
راحت القلوب
ناشر
ضیاء القرآن پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راحت القلوب

اردو ترجمہ

ملفوظات بابا فرید الدین مسعود گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ

از

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
شوروم ۱ گنج بخش روڈ، لاہور ۲
شوروم ۲ ۹۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

راحتُ القلوب

(ملفوظاتِ طیبات حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ)

تالیف	حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ
ترجمہ	ملّا واحدی دہلوی
تہذیب	خواجہ عابد نظامی
پروف ریڈنگ	محمد صدیق زاہد
کتابت	نثار یوسفی
تاریخ اشاعت	محرم الحرام ۱۴۰۵ھ
بار دوم	محرم الحرام ۱۴۰۶ھ
تعداد	ایک ہزار
ہدیہ	روپے Rs 48.00
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور

انتساب

امام المشائخ
حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

جن کی محبّت کے اسیران ملفوظات کے مترجم
حضرت ملّا واحدی بھی تھے، اور یہ راقم الحروف بھی۔

اگر سیاہ دلم داغِ لالہ زار تو ام
دگر کشادہ جبینم گُلِ بہار تو ام

عابد نظامی

لاہور ۲۷۔ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

پیش لفظ

(از خواجہ عابد نظامی، ایڈیٹر ماہنامہ ضیائے حرم لاہور)

"راحت القلوب" حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظاتِ طیبات پر مبنی مشہورِ عالم کتاب ہے، جسے اُن کے محبوب مرید اور خلیفہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ سید نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی زری زر بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۵۶ھ میں مرتب فرمایا تھا۔ عجیب بات ہے کہ صوفیاء کے حلقے میں اس کتاب کی جس قدر شہرت ہے، یہ اسی قدر نایاب بھی ہے۔

امام المشائخ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر ۱۹۱۱ء میں اُن کے محبوب مرید اور خلیفہ سید محمد ارتضیٰ المعروف ملا واحدی ایڈیٹر ماہنامہ نظام المشائخ دہلی نے "بزمِ فرید" کے نام سے اردو میں اس کتاب کا ترجمہ کر کے شائع کیا تھا غالباً اس کے بعد "راحت القلوب" کا کوئی عمدہ معیاری اور عام ترجمہ شائع نہیں ہوا۔

میرے پاس "بزمِ فرید" کا جو نسخہ تھا، وہ مرورِ زمانہ سے انتہائی بوسیدہ

ہو چکا تھا۔ بعض مقامات سے تو اس کی عبارت بھی نہ پڑھی جاتی تھی۔ ایک عرصہ سے میں اس تلاش میں تھا کہ کہیں سے "بزم فرید" کا صحیح اور مکمل نسخہ دستیاب ہو، لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ خوش قسمتی سے گذشتہ سال "راحت القلوب" کا فارسی نسخہ دستیاب ہو گیا۔ اس نسخہ کے ملتے ہی میں نے "بزم فرید" کی تکمیل کا کام شروع کر دیا، جو کئی ماہ کی محنتِ شاقہ کے بعد اس قابل ہوا ہے کہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔

"راحت القلوب" کا نیا ترجمہ میں نے اس لئے نہیں کیا کہ پہلا ترجمہ ایک اہلِ دل اور اہلِ علم بزرگ کی شب و روز کی محنت کا حاصل ہے، جس کا قائم رہنا ضروری ہے کیونکہ میرا ایمان ہے کہ بزرگوں نے جس محبت اور خلوصِ نیت سے اِن کاموں کو انجام دیا ہے، اس کی بدولت یہ دلوں کی تسخیر کا باعث بنیں گے اور اس سے رشد و ہدایت کا نور پھیلے گا۔

"بزم فرید" کے نسخے کی املا قدیم تھی، جو آج کل ہمارے ہاں رائج نہیں۔ پیشِ نظر نسخہ میں میں نے قدیم املا کو تبدیل کر کے اسے موجودہ زمانے کے مطابق کر دیا ہے، جس کے باعث اب قارئین کو مطالعہ میں کوئی دشواری پیش نہ آئے گی۔ نیز کتاب کے آغاز میں حضرت باباصاحب قدس سرہٗ العزیز اور حضرت محبوبِ الٰہی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے حالات طیبات بھی لکھ کر شامل کر دیئے ہیں۔

حضرت ملا واحدی رحمتہ اللہ علیہ کے حالات کے بارے میں صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ وُہ امام المشائخ حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے علمی و ادبی کاموں میں ان کے رفیق و معاون تھے۔ ۱۹۰۸ء میں اُن کے پیر و مرشد

حضرت خواجہ صاحب نے حلقۂ نظام المشائخ قائم کیا، تو اس کے مقاصد کی تبلیغ کے لیے ماہنامہ نظام المشائخ بھی جاری کیا، جس کے مدیر خود حضرت خواجہ صاحب تھے اور نائب مدیر ملا واحدی، نظام المشائخ کا پہلا شمارہ جولائی ۱۹۰۹ء میں شائع ہوا۔ بعد میں جب یہ رسالہ خوب چل نکلا تو حضرت خواجہ صاحب نے اسے ملا واحدی صاحب کے سپرد فرما دیا جسے وہ برصغیر کی تقسیم کے بعد کراچی آکر بھی باقاعدگی کے ساتھ شائع کرتے رہے۔

۱۹۷۰ء میں میں ملا واحدی صاحبؒ کو کراچی میں ملا تو دورانِ گفتگو انہوں نے فرمایا کہ ان کا خاندان شاہجہان بادشاہ کے زمانے سے دہلی میں آباد تھا۔ شاہجہان نے ان کے بزرگوں کو مدینہ منورہ سے دہلی محض اس غرض سے بلایا تھا کہ ان کے علم وفضل سے وہ خود اور اس کی رعایا مستفیض ہو۔

"راحت القلوب" کی اشاعت نو سے مجھے دلی خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے عوام وخواص میں مقبولیت عطا فرمائے۔ بلاشبہ یہ ایسی مفید اور دلچسپ کتاب ہے کہ اولیاء اللہ سے محبت و عقیدت رکھنے والے اسے اپنے تبلیغی سلسلے کا حصہ بنائیں۔ آج ضرورت ہے کہ ہر گھر اور ہر مجلس میں اس کو پڑھا جائے۔ انشاء اللہ اس کی برکت سے پڑھنے والوں کی دنیا بھی سدھرے گی اور دین بھی۔

آخر میں میں محترم صاحبزادہ حفیظ البرکات شاہ صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی ذاتی دلچسپی نے مجھے اس بابرکت کام کی طرف متوجہ کیا۔ ان کی حوصلہ افزائی اگر قدم بقدم میسر نہ آتی تو شاید یہ کتاب اتنی جلدی منصۂ شہود پر نہ آتی۔

(خاکپائے اولیاء اللہ)
خواجہ عابد نظامی

لاہور ۱۵ جنوری ۱۹۸۴ء

فہرست

حالاتِ زندگی

حضرت شیخ العالم خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ

پاک وہند میں اسلام صوفیائے کرام کی مساعی جمیلہ سے پھیلا۔ اس خطے میں اِن مردانِ خدا کا وجود مسعود اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھا (اور بفضلہٖ تعالیٰ اب بھی ہے) برِّصغیر میں مسلمان سلاطین نے کم وبیش ایک ہزار برس تک حکومت کی، اس دوران میں ہندوؤں نے اسلامی کلچر کو نقصان پہنچانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر صوفیاء کرام کی مسلسل تبلیغی کوششوں کے سامنے وہ کبھی کامیاب نہ ہوسکے۔ پروفیسر ایچ اے آر گب نے کتنا صحیح لکھا ہے:

> تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا، لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہوسکا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیہ کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔
>
> (اسلامک کلچر مطبوعہ لندن)

صوفیاء کرام کا ہاتھ ہمیشہ ملت کی نبض پر اور دماغ تجدید و احیاء کی تدابیر سوچنے میں

مصروف رہا۔ مادیت کے سیلاب کو روکنے اور ذہنی انتشار کو ختم کرنے کا جو عظیم الشان کام اس جماعت نے سرانجام دیا وہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔

بلاشبہ ان بزرگوں نے جب کبھی قوم کا اخلاقی مزاج بگڑتا ہوا دیکھا تو اپنی تمام تر ذہنی اور عملی صلاحیتیں صحت مند عناصر کو اُبھارنے میں صرف کر دیں۔

حضرت خواجہ فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کو جب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی میں تبلیغ و ہدایت کے منصب پر مامور فرمایا تو اس وقت حالات نہایت ہی ناساعد تھے، سلطان التمش کی وفات ہو چکی تھی۔ بڑے بڑے علماء موقع سے فائدہ اُٹھا کر میدانِ سیاست میں کود پڑے تھے، لیکن حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ نے سیاسی بکھیڑوں سے بچ کر دینِ حق کی خاطر جو شاندار خدمات سرانجام دیں، وہ آج بھی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھی ہوئی نظر آتی ہیں۔

حضرت بابا صاحب دہلی میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے سجادے پر بیٹھے تھے، لیکن جب انہوں نے محسوس کیا کہ دارالسلطنت کا ماحول دین کی تبلیغ و ترویج پر اثر انداز ہونے لگا ہے تو وہ دہلی چھوڑ کر ہانسی تشریف لے گئے۔ بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ کے پیر و مرشد نے یہی مقام آپ کو دیا تھا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "میرے پیر نے جو نعمت مجھے عطا فرمائی ہے وہ کسی خاص مقام سے وابستہ نہیں ہے۔" (سیر الاولیاء صفحہ ۷۲)

حضرت بابا صاحب پہلے ہانسی اور بعد میں اجودھن تشریف لے گئے۔ اجودھن پاکپتن کا پرانا نام ہے۔ یہاں بابا صاحب نے اپنی تربیت خاص کے سانچے میں ڈھال کر جو لوگ تیار کیے ان میں شیخ جمال الدین ہانسوی، شیخ بدرالدین اسحاق، شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی، شیخ علی احمد صابر کلیری اور شیخ عارف جیسے مردانِ حق شامل ہیں جو بابا صاحب کے مکتبِ صحبت

سے فارغ ہونے کے بعد ملک کے طول و عرض میں پھیل گئے اور ہر طرف خدا کے دین کا بول بالا کر دیا۔

باباصاحبؒ کا شجرۂ نسب

تمام تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں کہ حضرت باباصاحبؒ صحیح النّسب فاروقی ہیں۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ان کا سلسلۂ نسب اس طرح مل جاتا ہے:

(۱) حضرت شیخ جمال الدین سلیمان (والد) (۲) شیخ شعیب (۳) شیخ احمد (۴) شیخ یوسف (۵) شیخ محمد (۶) شیخ شہاب الدین (۷) شیخ احمد (معروف بہ فرخ شاہ بادشاہ کابل) (۸) شیخ نصیر الدین (۹) محمود شاہ (۱۰) سامان شاہ (۱۱) شیخ سلیمان (۱۲) شیخ مسعود (۱۳) شیخ عبداللہ واعظ الاکبرؒ (۱۴) شیخ ابوالفتح (۱۵) شیخ اسحاق (۱۶) حضرت خواجہ ابراہیم شاہ بلخ (۱۷) خواجہ ادہم (۱۸) شیخ سلیمان (۱۹) شیخ ناصر (۲۰) حضرت عبداللہ (۲۱) امیرالمومنین حضرت سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ۔

والدین کریمین

باباصاحبؒ کے دادا حضرت شیخ شعیب کو اللہ تعالیٰ نے تین فرزند عنایت فرمائے۔

(۱) خواجہ جمال الدین سلیمان (۲) خواجہ احمد (۳) خواجہ سعد حاجی

خواجہ جمال الدین سلیمان حضرت باباصاحب کے والد تھے جو نہایت عالم و فاضل اور دیندار بزرگ تھے۔ جن دنوں خواجہ شعیب کھتوال میں سکونت پذیر تھے، انہی دنوں نواحِ کابل سے ایک خاندان ہجرت کر کے قصبہ کوٹ کروڑ (نواح ملتان) میں اقامت گزیں ہوا۔ اس خاندان کے

سربراہ مولانا وجیہہ الدین خجوندی تھے ، جو متبحر عالم اور نہایت متقی بزرگ تھے۔ ان کا سلسلۂ نسب حضرت عباسؓ بن عبد المطلب سے ملتا تھا۔ ان کی صاحبزادی قرسم خاتون تھیں۔ خواجہ شعیب نے مولانا وجیہہ الدین خجوندی سے اپنے فرزند خواجہ سلیمان کے لیے بی بی قرسم خاتون کے رشتے کی درخواست کی۔ مولانا خجوندی فوراً رضامند ہوگئے۔ اس طرح خواجہ سلیمان اور بی بی قرسم خاتون کا عقد عمل میں آیا۔

خواجہ سلیمان کی طرح حضرت بی بی قرسم خاتون بھی نہایت عبادت گزار اور شب زندہ دار خاتون تھیں۔ اکثر تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ وُہ کثرتِ عبادت کی بدولت درجۂ ولایت پر فائز تھیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی فرماتے ہیں کہ ایک رات بی بی قرسم خاتون نمازِ تہجد میں مشغول تھیں کہ ایک چور گھر میں گھس آیا۔ جونہی بی بی صاحبہ کی نظر اس پر پڑی تو وُہ بینائی سے محروم ہوگیا۔ اس پر اُس نے گریہ وزاری شروع کردی اور کہنے لگا جس نیک بخت کی بددُعا سے میری بینائی سلب ہوئی ہے میں اس سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میری بینائی دوبارہ مجھے مِل جائے تو میں عمر بھر چوری نہ کروں گا۔

بی بی صاحبہ کو اس کی فریاد اور گریہ وزاری پر ترس آگیا اور انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں اُس کی بینائی کے لیے دُعا کی۔ چور کی بصارت عود کر آئی۔ اس وقت بی بی صاحبہ کے قدموں میں گر کر معافی مانگی اور رخصت ہوگیا۔

اگلی صبح وُہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوا اور اہل وعیال سمیت مشرف باسلام ہوگیا۔ حضرت بی بی صاحبہ نے اس کا اسلامی نام عبد اللہ رکھا۔ عبد اللہ قبولِ اسلام کے بعد کثرتِ مجاہدات و ریاضات کی بدولت درجۂ ولایت پر پہنچا اور اسے خاندانِ خواجہ

شعیب کی طرف سے "چاولے مشائخ" کا لقب عطا ہوا۔ بعد میں قصبہ کھتوال اسی کے نام "چاولے مشائخ" سے مشہور ہو گیا۔

حضرت خواجہ شعیب اور خواجہ سلیمان کو اللہ تعالیٰ نے تین فرزند اور ایک صاحبزادی عطا فرمائی جن کے نام یہ ہیں (۱) حضرت عزیز الدینؒ (۲) بابا فرید الدین گنج شکرؒ (۳) حضرت نجیب الدین متوکلؒ (۴) حضرت بی بی ہاجرہ ملقب بہ جمیلہ خاتون (والدہ ماجدہ حضرت مخدوم سید علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری)

ابتدائی تعلیم

حضرت بابا صاحبؒ ابھی کم سن تھے کہ ان کے والد ماجد نے وفات پائی اور انکی تعلیم و تربیت کی ساری ذمہ داری ان کی والدہ محترمہ کے سر آ پڑی۔ وہ خود علم و فضل کے اعتبار سے بلند مقام رکھتی تھیں۔ انہوں نے نہایت توجہ سے اپنے لخت جگر کی پرورش اور تربیت کی۔ بابا صاحب نے ابتدائی تعلیم کھتوال میں حاصل کی۔ نہایت ذہین اور محنتی تھے۔ جو سبق ایک دفعہ پڑھ لیتے ہمیشہ کے لیے ذہن نشین ہو جاتا۔

بابا صاحب بچپن میں ہی نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ بد تمیز اور شرارتی بچوں کے ساتھ نہ کھیلتے۔ انکی والدہ کی تربیت کا یہ اثر تھا کہ کم سنی ہی میں نماز کے سخت پابند ہو گئے تھے۔ سات سال کی عمر میں انہوں نے تمام ابتدائی دینی کتب ختم کر لیں تو والدہ کو ان کی مزید تعلیم کی فکر ہوئی۔ کھتوال میں کوئی ایسا عالم نہ تھا جو آپ کو علوم متداولہ کی تکمیل کرا سکتا۔ ملتان ان دنوں علم و دانش کا مرکز تھا۔ وہاں بڑے بڑے نامور علماء موجود تھے' چنانچہ بابا صاحب کی والدہ نے انہیں مزید تعلیم کے لیے ملتان بھیج دیا۔

ملتان میں قیام

ملتان پہنچ کر آپ نے ایک مسجد میں قیام کیا۔ یہ مسجد ایک سرائے میں واقع تھی، جہاں اُس دور کے ایک نامور عالمِ دین مولانا منہاج الدین ترمذی درس دیا کرتے تھے۔ بابا صاحب نے انہی سے علومِ دینیہ کی تعلیم شروع کی اور دو تین سال کے اندر اندر تفسیر، حدیث، اصول، معانی فلسفہ، منطق، ریاضی اور ہیئت کی کتابیں ختم کر لیں۔ ایک روایت ہے کہ انہوں نے قرآن مجید بھی اسی مسجد میں حفظ کیا۔ (بعض تذکرہ نگاروں کے مطابق قرآن حکیم بابا صاحب نے کھتوال ہی میں حفظ کر لیا تھا)۔

اسی مسجد میں ایک روز بابا صاحب فقہ کی مشہور کتاب نافع پڑھ رہے تھے کہ قطب عالم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ وہاں تشریف لائے۔ انہوں نے بابا صاحب کو مصروف مطالعہ پا کر پوچھا۔ "میاں! کیا پڑھتے ہو؟ آپ نے جواب دیا: "نافع! حضرت نے پھر سوال کیا: کیا اس کے مطالعہ سے تمہیں کچھ نفع حاصل ہوگا؟

اب جو بابا صاحب کی قطبِ عالم سے نظریں چار ہوئیں تو عجیب کیفیت ہوئی، فوراً قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا: حضرت نفع تو مجھے آپکی نگاہِ کیمیا اثر سے حاصل ہوگا! اب کیا تھا۔ بابا صاحب حضرت خواجہ قطب صاحب کے دامنِ دولت سے وابستہ ہو گئے حضرت قطب صاحب جتنے روز ملتان مقیم رہے بابا صاحب اُن کی صحبت سے مستفید ہوتے رہے جب قطب صاحب دہلی کے لئے روانہ ہونے لگے تو بابا صاحب بھی ان کے ساتھ چل دیئے۔

ابھی چند میل ہی چلے ہوں گے کہ قطب صاحب نے ارشاد فرمایا:

"میرے عزیز! ابھی کچھ مدت اور علمِ ظاہری کی تحصیل میں صرف کرو۔ فارغ ہو جاؤ تو

میرے پاس آجانا۔ انشاء اللہ اپنی مراد کو پہنچ گے۔ بابا صاحب نے پیر و مرشد کے اس ارشاد کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

ملتان سے تکمیلِ علوم کے بعد انہوں نے مزید پانچ سال تعلیم کے لیے خطۂ قندھار، غزنی بغداد، سیوستان اور بدخشان وغیرہ میں گزارے اور پھر دہلی آ گئے۔ جہاں حضرت قطب صاحب کے آستانے پر حاضری دی۔ قطب صاحب نے فرمایا: "خوب ہوا۔ تم اپنا کام پورا کر کے میرے پاس آ گئے"۔

بعض تذکروں میں یہ بھی ہے کہ بابا صاحب نے دہلی آ کر حضرت قطب صاحب کی بیعت کی۔ خود "فوائد السالکین" میں بابا صاحب نے اپنی بیعت کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے:

"جب اس بندۂ حقیر خادمِ درویشاں کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی نعمتِ قدم بوسی حاصل ہوئی، تو آپ نے اسی وقت کلاہِ چہار ترکی میرے سر پہ رکھی۔ اس مجلس میں قاضی حمید الدین ناگوریؒ، مولانا علاؤ الدین کرمانی، سید نور الدین مبارکؒ، شیخ نظام الدین المؤیدؒ، مولانا شمس الدین ترکؒ، شیخ محمود موئنہ دوز اور بہت سے دوسرے درویش موجود تھے۔ اسی موقع پر حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ نے فرمایا: "اے فرید! مرشد میں اتنی قوتِ باطنی ضرور ہونی چاہیئے کہ جو شخص اس سے بیعت کا طالب ہو اس کے سینے کی آلائش کو اپنے تصرفِ روحانی سے ایک ہی نگاہ میں دور کر دے اور اس کے بعد اس سے بیعت لے کر واصل الی اللہ کر دے۔ اگر مرشد میں اتنی قوت نہیں ہے تو پیر اور مرید دونوں بادیۂ ضلالت میں ہیں۔

بعض تذکرہ نگاروں نے قیاساً لکھا ہے کہ قطب صاحب نے ملتان میں بابا صاحب سے رسمی بیعت لی اور جب وہ تعلیم و سیاحت سے فارغ ہو کر دہلی آئے تو ان کے سر پہ کلاہِ چہار ترکی رکھی اور باقاعدہ اپنے حلقۂ ارادت میں شامل فرمایا۔

باباصاحب نے دیکھا کہ دہلی میں ہجوم مریداں کی وجہ سے یکسوئی میسّر نہیں تو مرشدِ کامل کی اجازت سے ہانسی چلے گئے۔ لیکن وہاں سے دہلی آتے جاتے رہے۔

ایک دفعہ آپ دہلی آئے تو خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ معین الدّین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ چنانچہ آپ اُنکی توجہ سے فیض یاب ہوئے۔ "سیرالعارفین" میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ باباصاحب کے ذوق و شوق اور روحانی استعداد سے اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے اُن کے پیرو مرشد اور اپنے مرید و خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے فرمایا: بابا بختیار! شہبازِ عظیم بقید آوردہ کہ جز بسدرۃ المنتہٰی آشیاں نگیرد۔ ایں فرید شمعیست کہ خانوادہ درویشاں منوّر سازد۔" (سیرالعارفین صفحہ ۲۲)

گنج شکر

گنج شکر کی وجہ تسمیہ کے بارے میں تذکرہ نگاروں نے مختلف روایات لکھی ہیں یہاں صرف تین روایتیں درج کی جاتی ہیں۔

تاریخ فرشتہ میں مرقوم ہے کہ باباصاحب کی والدہ ماجدہ بچپن میں نماز کی پابندی کرانے کے لئے اُن کی جانماز کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیا کرتی تھیں اور اُن سے فرماتی تھیں کہ جو بچے نماز پڑھتے ہیں، اُن کی جانماز کے نیچے سے روزانہ انکو شکر مل جاتی ہے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ والدہ شکر کی پڑیا رکھنا بھول گئیں۔ کچھ دیر بعد انہیں یاد آیا تو گھبرا کر پوچھا: مسعود! تم نے نماز پڑھی؟ باباصاحب نے ادب سے جواب دیا: ہاں امی جان! نماز پڑھ لی اور شکر بھی کھالی۔ یہ جواب سُن کر اُنکی والدہ بڑی حیران ہوئیں اور سمجھ گئیں کہ اِس بچے کی غیب سے مدد ہوتی ہے۔ چنانچہ اس وقت سے انہوں نے اپنے بچے مسعود کو گنج شکر کہنا شروع کر دیا۔

اخبار الاخیار، خزینۃ الاصفیاء اور گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ ایک سوداگر گاڑی پہ شکر لاد کر ملتان سے دہلی جارہا تھا۔ جب اجودھن پہنچا تو راستے میں حضرت شیخ کھڑے تھے آپ نے اس سے پوچھا اس میں کیا لدا ہوا ہے؟ سوداگر نے ٹالنے کے لئے کہا: نمک ہے بابا اس پر آپ نے فرمایا: اچھا، نمک ہی ہو گا۔ سوداگر نے منزل پر پہنچ کر جب دیکھا تو بوروں میں شکر کی بجائے نمک تھا۔ بہت پریشان ہوا اور پھر واپس اجودھن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی طلب کی۔ آپ نے فرمایا: جھوٹ بولنا بُری بات ہے۔ آئندہ کبھی جھوٹ نہ بولنا۔ پھر فرمایا: بوروں میں شکر تھی تو انشاءاللہ شکر ہی ہو گی۔

سوداگر نے جھوٹ سے توبہ کی اور جا کر بوروں کو دیکھا تو ان میں شکر بھری ہوئی تھی

بیرم خاں خانخاناں نے اس واقعہ کو اس طرح نظم کیا ہے

کانِ نمک، جہانِ شکر، شیخ بحر و بر
آں کز شکر نمک کند واز نمک شکر

تیسری روایت اس طرح ہے کہ:

ایک دفعہ حضرت بابا صاحب نے اپنے پیر و مرشد حضرت قطب صاحب کے ارشاد کے مطابق تین دن کا روزہ رکھا۔ تیسرے روز افطار کے وقت ایک شخص چند روٹیاں لایا۔ آپ نے غیبی امداد جان کر اُن سے روزہ افطار کر لیا۔ لیکن فوراً ہی متلی ہونے لگی اور جو کچھ کھایا تھا قے کے ذریعے نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد پیر و مرشد کی خدمت میں پہنچ کر یہ واقعہ عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا وہ روٹیاں ایک شرابی جواری نے بھجوائی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تیرے معدے نے اسے قبول نہیں کیا۔ اب تین روزے اور رکھو اور غیب سے جو میسر آئے اُس سے افطار کرو۔

بابا صاحب نے پھر تین دن کا روزہ رکھا۔ لیکن تیسرے روز افطاری کے وقت کچھ میسر نہ آیا۔ رات کو بھوک نے بہت ستایا تو بابا صاحب نے چند کنکریاں اٹھا کر منہ میں رکھ لیں۔ اللہ کی قدرت کہ وہ کنکریاں منہ میں جاتے ہی شکر بن گئیں۔ بابا صاحب نے یہ واقعہ اپنے مرشد کریم کی خدمت میں بیان کیا تو انہوں نے فرمایا:

"سبحان اللہ۔ یہی غیب سے تھا۔ انشاء اللہ تو شکر کی طرح ہمیشہ شیریں رہے گا اور گنج شکر کہلائے گا۔"

جعفر قاسمی نے اس ضمن میں بڑی اچھی بات لکھی ہے کہ حضرت بابا صاحبؒ کو گنج شکر اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا مزاج بہت میٹھا تھا۔

مسندِ خلافت پر فائز ہونے کے بعد بابا صاحب پیر و مرشد کی اجازت سے ہانسی تشریف لے آئے اور ہر وقت تبلیغ اسلام اور خدمتِ خلق میں مصروف رہنے لگے۔ آپ کو ہانسی میں آئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت قطب العالمؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔ بیدار ہوتے ہی دہلی روانہ ہو گئے۔

دہلی میں معلوم ہوا کہ پیر و مرشد نے وصال سے قبل اپنا خرقہ، نعلین، مصلیٰ اور دیگر تبرکات حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے سپرد کئے اور وصیت کی کہ میرا جانشین فرید الدین مسعود ہوگا اور یہ سب تبرکات اسی کو دے دیئے جائیں۔

بابا صاحب نے پیر و مرشد کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ بعد ازاں حضرت قطب صاحب کے سب خلفاء اور اربابِ صحبت جو دہلی میں موجود تھے۔ جمع ہوئے اور سب نے حضرت بابا صاحبؒ کو قطبِ عالم کا جانشین تسلیم کیا۔ اسی مجلس میں تمام تبرکات بابا صاحب کے سپرد کئے گئے۔

دہلی میں باباصاحب نے اپنے مرشدِ گرامی کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ دن رات عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے اور صرف نمازِ جمعہ کے لئے حجرہ سے باہر تشریف لاتے۔ ایک جمعہ کو حجرہ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک درویش باہر کھڑا ہے۔ اس نے باباصاحب کا دامن پکڑ لیا اور عرض کیا:

"شیخ العالم! ہانسی کے لوگ آپ کی جدائی میں ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ کرم فرمایئے اور ہانسی کو پھر اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایئے۔"

باباصاحب نمازِ جمعہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے ہانسی جانے کے لئے اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ اس سے لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہوا اور انہوں نے آپ سے دہلی ہی میں قیام کرنے کی درخواست کی۔ لیکن باباصاحب نے فرمایا:

"دہلی کی نسبت ہانسی کو میری زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے میرا وہاں جانا ضروری ہے۔"

یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے اور باباصاحب ہانسی تشریف لے گئے۔

ہانسی میں ایک مدت تک قیام فرما رہے۔ وہاں کے لوگوں نے باباصاحب کے وجودِ مسعود سے خوب فیض اٹھایا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی عرصہ سے وہاں مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول تھے۔ باباصاحب نے اپنی باطنی توجہ سے انہیں درجۂ کمال تک پہنچا دیا اور جب ہجومِ خلق حد درجہ بڑھا تو شیخ جمال الدین ہانسوی کو اپنی سندِ خلافت دیکر انہیں ہانسی میں ٹھہرنے کی ہدایت فرمائی۔

اور خود اجودھن (پاک پتن) کی طرف چل پڑے۔ جہاں کفر و شرک میں ڈوبی ہوئی مخلوق کا یہ علاقہ مدت سے بارانِ رحمت کا منتظر تھا۔

بابا صاحب پاک پتن میں

ہانسی سے بابا صاحب کھتوال پہنچے اور اپنی والدہ ماجدہ کی خدمت میں رہنے لگے، لیکن خلقت کا یہ حال تھا کہ ہر طرف سے ٹوٹی پڑتی تھی۔ آپ طبعاً عزلت پسند تھے۔ جب ہجوم خلق سے بیزار ہو گئے تو ایک روز والدہ صاحبہ سے اجازت لے کر کھتوال سے چل پڑے پھرتے پھراتے ایک غیر معروف قصبہ اجودھن میں پہنچے۔ اجودھن ان دنوں جنگلوں سے گھرا ہوا اور حشرات الارض کا دل پسند مسکن تھا۔ قصبہ کے اطراف میں دور دور تک کفار اور مشرکین کی بستیاں تھیں۔

بابا صاحب نے اپنے قیام کے لئے اس جگہ کو پسند فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شب خواب میں آپ کے مرشد گرامی حضرت قطب العالمؒ نے ارشاد فرمایا کہ فرید! اس قصبہ میں مستقل طور پر اقامت اختیار کر لو اور مخلوقِ خدا کو راہِ حق کی طرف بلاؤ۔

غرض اجودھن[1] سے باہر مغرب کی سمت کریر کے ایک درخت کے نیچے بابا صاحب نے اپنا مصلیٰ بچھا دیا اور یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

مخالفت

بابا صاحب کی شبانہ روز کوشش سے جب اجودھن کے درو دیوار قال اللہ وقال الرسولؐ

---

[1] اجودھن کے قریب ہی ایک نالہ بہتا تھا۔ بابا صاحب اس نالے کے کنارے ایک پاک جگہ پر بیٹھ کر وضو یا غسل فرمایا کرتے تھے۔ اجودھن کے لوگ اس جگہ کو پاک لوک کا پتن کہتے تھے اور اس جگہ کا ادب کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس پورے علاقے کا نام پاک پتن مشہور ہو گیا۔

سے گونجنے لگے اور ہر طرف مسلمانوں کی چہل پہل ہو گئی تو بعض کوتاہ اندیش محض حسد و بغض کی وجہ سے بابا صاحب کی مخالفت کرنے لگے۔ ان مخالفوں میں سب سے پیش پیش اجودھن کی مسجد کا پیش امام اور قاضی تھا جس نے پہلے تو حکومت کے کارندوں کو بابا صاحب کو ستانے پر اکسایا اور جب اس سے اس کا جی نہ بھرا تو بابا صاحب کے ذوقِ سماع پر طرح طرح کے اعتراضات کرنے لگا

ادھر بابا صاحب کی وسیع القلبی کا یہ عالم تھا کہ وہ مخالفوں کی حرکات کو مطلق خاطر میں نہ لاتے تھے اور اپنا دل میلا نہ کرتے تھے۔ بابا صاحب کی اس شانِ بے نیازی سے قاضی کا غصہ اور بھڑک اٹھا اور اس نے سماع کے جواز اور عدمِ جواز کے مسئلہ کی آڑ میں بابا صاحب کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ اُس نے ملتان کے علماء سے آپ کے خلاف فتویٰ حاصل کرنے کی کوشش کی اور اپنے ایک خط میں علمائے ملتان سے استفسار کیا کہ ایک شخص جو اہلِ علم میں سے ہے۔ قوالی سنتا ہے اور وجد کرتا ہے اُس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

علمائے ملتان نے قاضی کو تحریر کیا کہ اس شخص کا نام لکھو۔ قاضی نے بابا صاحب کا نام لکھ بھیجا۔ علمائے ملتان نے حضرت کے خلاف فتویٰ جاری کرنے سے صاف انکار کر دیا اور قاضی کو لکھا کہ تم نے ایک ایسے درویش خدا مست کا نام لکھا ہے جو تمام علومِ شریعت کا منتہی ہے۔ ہماری کیا مجال کہ اس کے قول و فعل پر اعتراض کریں۔

قاضی کا یہ حربہ ناکام ہوا تو اس نے ایک آوارہ گرد لالچی قلندر کو بابا صاحب کے قتل پر آمادہ کیا۔ یہ شخص کپڑوں کے نیچے اپنی کمر میں ایک تیز دھار چھرا چھپا کر آپ کے آستانے پر پہنچا۔ بابا صاحب اس وقت عبادت میں مشغول تھے اور سجدہ میں پڑے ہوئے

تھے ۔ صرف سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ آپکے پاس موجود تھے ۔

باباصاحب نے حالت سجدہ ہی میں فرمایا :

".یہاں کوئی موجود ہے ؟"

حضرت سلطان المشائخ نے جواب دیا :

" آپ کا غلام نظام الدین حاضر ہے "

باباصاحب نے فرمایا : یہاں ایک قلندر کھڑا ہے جو کانوں میں سفید رنگ کے مندرے پہنے ہوئے ہے ۔

سلطان المشائخ نے اثبات میں جواب دیا تو باباصاحب نے فرمایا ۔

" اس شخص کی کمر کے ساتھ چھرا بندھا ہے اور یہ میرے قتل کے ارادے سے آیا ہے ۔ اس سے کہہ دو کہ اپنی عاقبت خراب نہ کرے اور یہاں سے چلا جائے "

اس سوال و جواب سے قلندر پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ بھاگ اٹھا اور سیدھا قاضی کے پاس جاکر دم لیا اور اسے کہا :

" ایسے مردِ خدا کو قتل کرنا میرے بس میں نہیں ہے ۔

اب قاضی نے ایک پٹواری کو اکسایا ۔ جس نے باباصاحب کے فرزندوں کو ناحق ستانا شروع کیا ۔ جب اس کا ظلم حد سے بڑھ گیا تو صاحبزادوں نے باباصاحب سے فریاد کی ۔

باباصاحب جلال میں آگئے اور اپنا عصا زور سے زمین پر ٹپکا اور فرمایا :

" اب وہ تمہیں تنگ نہیں کریگا "

اسی وقت ظالم پٹواری کے پیٹ میں درد اٹھا ۔ اسے باباصاحب کے فرزندوں پہ اپنی زیادتیاں یاد آئیں ۔ اس نے لوگوں سے کہا ، مجھے باباصاحب کی خدمت میں لے چلو

لوگ اُسے چارپائی پر ڈال کر بابا صاحب کی خدمت میں لا رہے تھے کہ راستے ہی میں اس کا انتقال ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلاف قاضی کی تمام سازشوں کو ناکام بنا دیا اور رفتہ رفتہ آپ کے تمام دشمن اور حاسد خائب و خاسر ہو کر بیٹھ گئے۔

مُریدوں کی تربیت

ایک روز مولانا جمال الدین ہانسوی جنگل سے ڈیلے اور مولانا بدرالدین اسحاق لکڑیاں لائے۔ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء نے انکو اُبالنے کے لیے چولہے پر چڑھا دیا۔ اتفاق سے اس روز لنگر خانے میں نمک موجود نہ تھا۔ سلطان المشائخ بازار جا کر بقال سے نمک قرض لائے اور ڈیلوں میں ڈالا۔ جس وقت دستر خوان بچھایا گیا اور سب فقراء جمع ہو گئے، تو دُعا پڑھنے کے بعد حضرت بابا صاحب نے لقمہ اٹھایا مگر فوراً ہی واپس رکھ دیا اور فرمایا:

لقمہ گراں ہے، کوئی شبہ والی بات معلوم ہوتی ہے۔

یہ سُن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: حضور! لکڑیاں تو حضرت مولانا سید بدرالدین اسحاق لائے ہیں اور ڈیلے مولانا جمال الدین لائے ہیں، پانی مولانا حسام الدین نے بھرا ہے اور ان کو جوش میں نے دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ لقمہ کس سبب سے گراں ہے۔

حضرت بابا صاحب نے ایک لمحہ تامل کے بعد فرمایا:

"نمک کہاں سے آیا؟"

اتنا سُننا تھا کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء حیران رہ گئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور کی ذاتِ گرامی کاشفِ حالات ہے۔ یہ خطا مجھ سے سرزد ہوئی ہے۔ یہ ڈیلے کرڈوے کیلئے ہوتے ہیں، اگر ان میں نمک بھی نہ ہو تو پھر یہ کیسے کھائے جائیں گے۔ محض اس خیال سے میں نے اس میں نمک قرض لے کر ڈال دیا ہے۔ حضرتؒ نے یہ سُن کر فرمایا: اچھا، اب اس کھانے کو دوسرے فقراء میں تقسیم کر دو۔ پھر فرمایا: "نظام الدین! درویشاں اگر بفاقہ بمیرند برائے لذتِ نفس قرض نہ گیرند"

حضرت سلطان المشائخ نے اُسی وقت دل میں عہد کیا کہ آئندہ تمام عمر قرض نہیں لوں گا۔ بابا صاحب نے اُنکی طرف دیکھا اور فرمایا: انشاءاللہ آئندہ تم کو قرض لینے کی ضرورت بھی نہ پڑے گی۔

تنگ دستی کا علاج

حضرت بابا صاحب کے پاس جب بھی کوئی شخص دینی یا دُنیاوی مشکل لے کر آتا تو وہ اُسے کتاب و سُنت کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیتے۔ عام طور پر صبر کی تلقین فرماتے اور نماز پڑھنے کی ہدایت فرماتے۔ ایک روز ایک شخص نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کی کہ یا حضرت! میں بیحد تنگ دست ہوں۔ گھر میں عام طور پر فاقوں کی نوبت آجاتی ہے آپنے اسکے لئے دعا فرمائی اور پھر اسے ہدایت کی کہ ہر روز رات کو سونے سے پہلے سورہ جمعہ پڑھ لیا کرو۔

بلبن کے نام خط

ایک بار پاکپتن میں کوئی ضرورت مند بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض

کی: حضور! بادشاہ کے نام ایک سفارشی خط لکھ دیجیئے تاکہ میرا کام بن جائے۔ آپ نے اس سے فرمایا: کام کرنے والا تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، میں تمہارے لئے دُعا کرتا ہوں! اس نے خط لکھنے کے لئے اصرار کیا تو حضرت بابا صاحب نے سُلطان بلبن کے نام یہ خط لکھ کر دے دیا:

رفعت قصته الی الله ثم الیك فان تعطه شیأً فالمعطی هو الله وانت المشکور وان لم تعطه شیأً فالمانع هو الله وانت المعذور۔

یعنی" میں نے اس شخص کی ضرورت کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا، پھر تیرے پاس بھیج دیا۔ اگر تو اس کو کچھ دیگا تو دین اللہ تعالیٰ کی ہو گی اور یہ تیرا شکر گزار رہے گا اور اگر کچھ نہ دے گا تو روک خدا کی طرف سے ہوگی اور تو معذور سمجھا جائے گا۔

غوث بہاء الحق رح سے تعلق

حضرت شیخ الاسلام بہاؤ الحق زکریا ملتانی رح اور حضرت بابا صاحب کے درمیان بہت محبت تھی۔ بابا صاحب جب بھی انہیں خط تحریر فرماتے تو شیخ الاسلام بہاؤالحق زکریا رح لکھتے۔ ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا آپ جب بھی حضرت کا نام لیتے ہیں تو شیخ الاسلام ضرور کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے لوحِ محفوظ پر اُن کے نام نامی کیساتھ شیخ الاسلام لکھا ہوا دیکھا ہے (سیر الاولیاء صہ ۸۲)

ایک دفعہ حضرت شیخ الاسلام بہاؤالحق زکریا ملتانی نے بابا صاحب کو خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ میرے تمہارے درمیان عشق بازی ہے۔ بابا صاحب نے جواب میں لکھا کہ

میرے اور آپ کے درمیان عشق تو ہے مگر بازی نہیں ہے۔ (سیر العارفین صہ ۵۴)

بزرگوں کی روش

حضرت شیخ بدر الدین غزنوی آپ کے پیر بھائی تھے۔ دہلی میں ملک نظام الدین خریطہ دار نے ان کے لیے ایک خانقاہ بنوادی تھی۔ جہاں اُن کے آرام و آسائش کا سارا سامان بہم پہنچایا تھا۔ ایک دفعہ ملک نظام الدین زرِ کثیر کے غبن میں ماخوذ ہُوا۔ جس سے شیخ بدر الدین کے آرام میں بھی خلل پڑنا شروع ہوا۔ ان حالات میں انہوں نے باباصاحب کی خدمت میں درد بھرا خط لکھا اور سارے حالات بیان کئے اور دُعا کی درخواست کی ۔

فرید الدین و ملت یار زیرک
کہ بادش در کرامت زندگانی
دریغا خاطرم گر جمع داری
بمدحت کردمے گوہر فشانی

باباصاحب نے یہ خط پڑھا تو جواب میں تحریر فرمایا:

"عزیز الوجود کا رقعہ ملا اور جو کچھ اس میں درج تھا اس سے آگاہی ہوئی جو کوئی اپنے بزرگوں کی روش پر نہ چلے گا ضرور ہے کہ اسے اس طرح کا ماجرا پیش آئے اور وُہ غم والم سے دوچار ہو آخر ہمارے پیرانِ عظام میں سے کون تھا جس نے اپنے لئے خانقاہ بنوائی اور اس میں جلوس فرمایا (سیر العارفین مہ ۵۱)

ذوقِ سماع

ایک روز حضرت باباصاحب کو سماع کا ذوق ہُوا۔ اتفاق سے اس وقت کوئی قوال

موجود نہ تھا۔ آپ نے حضرت مولانا بدرالدین اسحاقؒ سے فرمایا کہ وہ خط جو قاضی حمیدالدین ناگوریؒ نے بھیجا ہے، لاؤ اور سناؤ۔ مولانا کھڑے ہوئے اور خط پڑھنا شروع کیا۔ اس میں حمدونعت کے بعد تحریر تھا :

فقیر، حقیر، نحیف، ضعیف، بندۂ درویشاں در دیدہ خاکپائے ایشاں محمد عطا المعروف حمیدالدین ناگوری۔

اتنا سنا تھا کہ باباصاحب پر کیفیت طاری ہوگئی اور مولانا نے خط کی یہ رباعی پڑھی تو باباصاحب پر وجد طاری ہوگیا :

آں عقل کجا کہ درکمالے تو رسد
آں روح کجا کہ درجلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ گرفتی زجمال
آں دیدہ کجا کہ درجمال تو رسد

اسی طرح ایک روز آپکو وقتِ سماع ہوا اور آپ کی زبان پر مولانا نظامی کا یہ شعر آیا ؎

نظامی آنچہ اسرار است کز خاطر عیاں کردی
کسے سِترش نمیداند زباں درکش زبان درکش

اس شعر کو آپ تمام دن پڑھتے رہے، پھر رات کو بھی یہی حال رہا اور دوسرے دن بھی۔

ایک روز سماع کی حرمت وحلت پر گفتگو ہو رہی تھی تو فرمایا : سبحان اللہ! کوئی جل کر راکھ ہو جائے اور دوسرے ابھی اختلاف ہی میں ہوں۔

ایک بار فرمایا: سماع انہی لوگوں کے لیے جائز ہے جو اس میں ایسے مستغرق ہوں کہ ۱
ایک لاکھ تلواریں اُن کے سر پر ماری جائیں یا ایک ہزار فرشتے اُن کے کان میں کچھ کہیں تو بھی اُن کو خبر نہ ہو۔ (راحۃ القلوب صفحہ ۱۲)

وصال

ذوالحجہ ۶۶۳ھ کے آخری دنوں میں بیماری نے شدت اختیار کر لی اور آپ کو بے ہوشی کے دورے ہونے لگے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کی کوئی نماز حتیٰ کہ نفلی عبادت تک قضا نہ ہوئی اور وظائف اور اوراد بھی وقت پر ادا ہوتے رہے۔ محرم ۶۶۴ھ کی چار تاریخ کو دہلی سے آپ کے مخلص قدیم سید محمد کرمان پرسشِ احوال کے لیے پاک پتن آئے۔ حضرت بابا صاحب اس وقت حجرہ میں تھے اور دروازہ بند تھا۔ باہر صاحبزادگان اور چند مریدان آپ کی جانشینی کے متعلق سرگوشیاں کر رہے تھے۔ جیسے ہی ان حضرات نے سید محمد کرمان کو دیکھا تو کہا: اس وقت اندر نہ جانا، حضرت کی طبیعت ناساز ہے۔ سید صاحب باہر بیٹھے سوچتے رہے کہ میں دہلی سے چل کر آیا ہوں، اگر یہ لوگ مجھے حضور کی قدم بوسی کر لینے دیں تو کیا حرج ہے آخر اُن سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ حجرے میں داخل ہو گئے اور بابا صاحب کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ آپ نے آنکھیں کھولیں اور پوچھا:

"سید! کیا حال ہے؟"

عرض کیا: "حضور کی دعا سے اچھا ہوں۔" ابھی حاضر ہوا ہوں۔ اس کے بعد سید صاحب نے دہلی کے علماء و مشائخ کے سلام عرض کیے۔ آخر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا سلام عرض کیا۔ جیسے ہی بابا صاحب نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کا نام سنا تو خوش

ہو کر پوچھا :

اُن کا کیا حال ہے ؟

عرض کیا : وُہ ہر وقت حضور کی یاد میں رہتے ہیں۔ یہ سُن کر بابا صاحب اور خوش ہوئے اور مولانا بدرالدین اسحاق سے فرمایا کہ جو تبرکات مجھے سلسلہ بہ سلسلہ اپنے حضرت سے پہنچے ہیں وُہ نظام الدّین محمد بدایونی کا حق ہے، اُنکو پہنچا دینا۔

بعد از نمازِ مغرب آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی۔ عشار کی نماز آپنے جماعت سے ادا کی، پھر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد آپنے سوال کیا : میں نے عشار کی نماز پڑھ لی ہے ؟ عرض کی گئی۔ جی ہاں۔ آپنے فرمایا : ایک مرتبہ پھر پڑھ لوں۔ دوبارہ نمازِ عشار ادا کی تو پھر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد پھر یہی سوال کیا۔ کہا گیا ! آپ دو مرتبہ عشار کی نماز پڑھ چکے ہیں ! فرمایا : ایک دفعہ اور پڑھ لوں، ممکن ہے پھر موقع نہ ملے۔ یہ فرما کر آپنے عشار کی نماز مع وتر ادا کی اور پھر تازہ وضو کیا۔ اس کے بعد سجدہ کیا اور سجدہ ہی میں ایک مرتبہ زور سے یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ کہا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

وفات سے چند منٹ پہلے پُوچھا : نظام الدّین دہلی سے آئے یا نہیں ؟ کہا گیا، جی نہیں۔ فرمایا : میں بھی اپنے شیخ کے انتقال کے وقت اُن کے پاس موجود نہ تھا، ہانسی میں تھا۔

حضرت خواجہ نظام الدّین اولیار کو اطلاع ہوئی تو وہ پاک پتن آئے۔ حضرت بابا صاحب کا مزار شریف تعمیر کرایا اور اس اہتمام سے کہ ہر اینٹ پر ایک قرآن شریف ختم کیا۔

معمولات

بابا صاحب کا معمول تھا کہ وُہ آنے والوں کی سہولت کے لیے اپنی خانقاہ آدھی رات تک کھلی رکھتے تھے۔ رات کا زیادہ حصّہ عبادت میں گزارتے تھے اور سورج طلوع ہونے کے بعد بھی عبادت اور مراقبے میں مشغول رہتے تھے۔ طہارت و صفائی اُن کی فطرتِ ثانیہ تھی۔ ہر روز غسل فرماتے۔

صبح عبادت کے بعد دو گھنٹے تک طویل سجدہ کرتے اور اس دوران میں کبھی چُپ چاپ دُعا مانگتے اور کبھی اپنے خالق و مالک کی حمد و ثنا میں اشعار پڑھتے۔ کبھی تمام مخلوق کے لئے رحمت و بخشش کی دعائیں مانگتے اور بے حد گریہ و زاری کرتے اس کے بعد دوپہر تک آنے والوں سے ملاقات کرتے۔ پھر مختصر سے قیلولے کے بعد نمازِ ظہر ادا کرتے اور اس کے بعد خانقاہ کے مکینوں کی ضروریات پُوری کرنے پر توجہ دیتے۔ ہر ایک سے اُس کی خیریت دریافت فرماتے اور کسی کو کوئی تکلیف ہوتی تو فوراً دور کرنے کی کوشش کرتے۔ ہر آنے والا اُن تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔

مقامِ رضا

زُہد و ریاضت میں بابا صاحب کی مثال نہ تھی۔ عُمر کے آخری ایّام میں اکثر فرمایا کرتے تھے: چالیس برس تک اللہ کے بندے مسعود نے اپنے آقا و مولیٰ کی اطاعت کی۔ اب گذشتہ چند برسوں سے یہ حالت ہے کہ آقا کی ذرّہ نوازی سے مسعود کے فکر و خیال میں جو کچھ آیا، وہ حقیقت ثابت ہُوا اور مسعُود نے جو بھی آرزو کی، وُہ پوری ہوئی۔

باباصاحب کے خلفاء

حضرت کے بے شمار خلفاء تھے۔ جن کا مکمل رجسٹر حضرت جمال الدین ہانسوی کے پاس تھا بعض خلفاء کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱ حضرت خواجہ قطب شیخ جمال الدین ہانسوی رح

ولادت ۵۸۳ھ خلافت بمقام ہانسی ۶۲۴ھ وصال ۶۵۹ھ

۲ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رح

ولادت ۵۷۱ھ ، وصال ۶۶۴ھ

۳ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رح

ولادت بمقام ہرات ۶۱۴ھ خلافت و روانگی کلیر ۶۴۶ھ وصال ۶۶۹ھ

۴ حضرت شیخ بدرالدین اسحاق رح

باباصاحب کی خدمت میں حاضری ۶۴۶ھ وصال ۶۹۳ھ مزار پاک پتن شریف۔

۵ حضرت نصیرالدین تمیمی رح

ولادت ۶۲۷ھ مزار موضع چولیانہ مضافات پرگنہ قبولہ

۶ حضرت بدرالدین سلیمان رح (باباصاحب کے فرزند اکبر)

ولادت ۶۳۵ھ ۔ سجادگی ۶۶۱ھ ، وصال ۶۶۵ھ

۷ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ

(تحریر، خواجہ عابد نظامی)

حالاتِ زندگی

سُلطان المشائخ حضرت خواجہ سیّد نظام الدّین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ

حضرت شیخ نظام الدّین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ جامع علوم ظاہری و باطنی تھے۔ آپ کا دل انوار منزل ہمیشہ کتب معتبرہ تصوّف کے مطالعہ کی طرف مائل رہتا تھا۔ آپ تفسیر، حدیث، اصول و کلام اور فقہ امام ابو حنیفہؒ میں استحضار تمام رکھتے تھے۔ آپکے والدِ بزرگوار حضرت سیّد احمد بن دانیال غزنی (افغانستان) سے ہندوستان آئے اور شہر بدایوں (بھارت) میں متوطن ہوئے۔

حضرت شیخ نظام الدّین اولیاء اسی شہر بدایوں میں ماہ صفر ۶۳۴ ہجری میں متولد ہوئے۔ پانچ برس کے تھے کہ والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ والدہ محترمہ نے انہیں ایک مکتب میں داخل کیا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تعلیمی استعداد کا یہ حال تھا کہ بدایوں میں انہیں مزید تعلیم دینے والا کوئی مدرس موجود نہ تھا۔ آخر حضرت اپنی والدہ ماجدہ کو لیکر دہلی آئے اور ہلال طشت دار کی مسجد کے نیچے ایک حجرہ میں سکونت اختیار کی۔

اس وقت دہلی میں ایک فاضل متبحّر اور سر آمد علمائے وقت خواجہ شمس الدّین خوارزمی تھے جنہیں بعد میں سلطان غیاث الدّین بلبن نے شمس الملک کا خطاب دیکر منصبِ وزارت

تفویض کیا۔

تاج الدین سنگ ریزہ نے انکی مدح میں لکھا ہے ؎

شمسا کنوں بکام دلِ دوستاں شدی
فرمانده ممالکِ ہندوستاں شدی

وزیر ہونے سے پہلے شمس الملک درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ ان سے مل کر ان کے شاگردوں کی سلک میں منسلک ہو گئے۔ اُن کے پاس ایک حجرہ خالص مطالعہ کے واسطے تھا۔ جس میں صرف تین شاگرد (جو انتہائی ذہین اور صاحبِ استعداد ہوتے) سبق پڑھتے تھے۔ باقی سب شاگرد حجرہ کے باہر سبق پڑھتے۔

حضرت شیخ نظام الدین کے زمانہ تدریس میں ان تین خوش قسمت شاگردوں میں ایک ملا قطب الدین ناقلہؒ، دوسرے ملا برہان الدین عبدالباقیؒ اور تیسرے حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ تھے۔

شمس الملک کو جب حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کی تیزیٔ فہم اور ذہانتِ طبعی سے آگاہی ہوئی تو وہ سب شاگردوں سے زیادہ انکی تعظیم کرنے لگے۔ مولانا شمس الدین کی عادت تھی کہ کسی روز کوئی شاگرد مدرسے میں نہ آتا تو اگلے روز اس سے ازراہِ دل لگی فرماتے: میں نے کیا قصور کیا تھا کہ تو غیر حاضر ہوا۔ مجھے بتا تا کہ میں پھر وہی قصور کر دوں، لیکن شیخ نظام الدین اولیاءؒ جب کسی وجہ سے مدرسے نہ آتے تو مولانا شمس الدین انہیں یاد کر کے یہ شعر پڑھتے ؎

باری کم از آنکہ گاہ گاہے
آئی و بما کنی نگاہے

شیخ نظام الدین اولیاءؒ زمانۂ تدریس میں حضرت شیخ نجیب الدین متوکل (برادر حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر) کے ہمسایہ تھے۔ جو بہت سے علماء دہلی پر فوقیت رکھتے تھے حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ اکثر ان کی صحبت بابرکت میں بیٹھتے اور مستفیض ہوتے۔

شیخ نظام الدین اولیاء تدریس سے فارغ ہو کر مراتب عالیہ پر فائز ہوئے تو انہیں معاش کے لئے عہدۂ قضا کی فکر ہوئی۔ ایک روز انہوں نے دورانِ گفتگو شیخ نجیب الدین متوکل سے کہا کہ میرے لئے دعائے خیر فرمائیں کہ میں کسی مقام کا قاضی مقرر ہو جاؤں اور خلقِ خدا کو انصاف سے راضی کر دوں۔ حضرت شیخ نجیب الدین یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو گمان گزرا کہ شاید شیخ نجیب الدین نے انکی بات نہیں سنی۔ اس لئے دوبارہ بآواز بلند کہا: حضرت! دعا فرمائیے کہ میں کسی مقام کا قاضی بن جاؤں۔ اس مرتبہ شیخ نجیب الدین متوکل نے فرمایا: نظام الدین! قاضی نہ بنو، کچھ اور بنو۔ پھر مشورہ دیا کہ میرے بھائی شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر سے ملاقات کرو۔

اس رات شیخ نظام الدین اولیاءؒ جامع مسجد دہلی میں مقیم تھے۔ اتفاق سے صبح اذان سے قبل مؤذن نے مینارہ پر کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی:

الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔ الخ

یہ سنتے ہی حضرت کا حال متغیر ہوا اور نورِ الٰہی نے ان کو گھیر لیا۔

اس وقت شیخ العالم فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کی بزرگی اور کرامات کا شہرہ عالمگیر تھا۔ یوں بھی شیخ نجیب الدین متوکل کی مجالس میں غائبانہ حضرت شیخ العالم کی سیرت کے اوصاف سن کر شیخ نظام الدین اولیاء ان کی زیارت کے پہلے ہی مشتاق تھے۔ اب جو صبح ہوئی تو بغیر زادِ راہ کے پیادہ پا قصبہ اجودھن (پاک پتن شریف) کی سمت روانہ ہو گئے

اور پنجشنبہ کو ظہر کی نماز کے وقت حضرت شیخ العالمؒ کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوئے حضرت شیخ العالمؒ نے انہیں دیکھتے ہی یہ شعر پڑھا ؎

اے آتشِ فراقت جانہا خراب کردہ
سیلابِ اشتیاقت دلہا کباب کردہ

شیخ نظام الدینؒ نے چاہا کہ شیخ العالم سے اپنے دلی اشتیاق و اخلاص کا حال بیان کریں۔ لیکن ان پر اس قدر دہشت غالب ہوئی کہ کچھ عرض نہ کر سکے۔ حضرت شیخ العالمؒ نے انکی یہ حالت مشاہدہ کرکے فرمایا:

لکل دخیل دهشة

پھر بڑی محبت سے فرمایا: مرحبا، خوش آمدید۔ انشاء اللہ العزیز دینی و دنیوی نعمتوں سے سرفراز ہو گے پھر شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے حضرت شیخ العالم سے خرقۂ درویشی پایا اور مریدانِ خاص کی سلک میں منسلک ہوئے۔

ان دنوں حضرت شیخ العالم گنج شکرؒ نہایت تنگ دستی میں مبتلا تھے آپ کے متعلقین اور فرزند اکثر فاقہ سے وقت گزارتے اس کے باوجود خانقاہ فلک پائیگاہ کا کوئی فرد آزردہ و دلگیر نہ تھا۔ ہر ایک کے چہرے پر صبر و شکر کی رونق تھی۔ مولانا بدرالدین اسحاق بخاریؒ کہ جامع معقول و منقول تھے، لنگر خانہ کے لیے جنگل سے لکڑیاں لاتے اور مولانا شیخ جمال الدین ہانسویؒ صحرا سے ڈیلے (جس کا عموماً لوگ اچار بناتے ہیں) لاتے اور مولانا حسام الدین کابلی پانی لاتے اور لنگر خانہ کی دیگیں دھوتے ——— اور شیخ نظام الدین اولیاءؒ از روئے صدق و صفا کھانا تیار کرتے اور افطار کے وقت شیخ العالمؒ کی مجلس میں درویشوں کے سامنے پیش کرتے۔

ایک دن جب تمام حاضرینِ مجلس اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گئے اور کھانا سامنے رکھا گیا

توحضرت شیخ العالم نے لقمہ اُٹھا کر فرمایا : یہ لقمہ میرے ہاتھ میں گراں معلوم ہوتا ہے ۔ یہ کہہ کر لقمہ کاسہ میں رکھ دیا ۔

شیخ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ شیخ العالمؒ کا یہ کلام سنتے ہی میرا بدن کانپنے لگا۔ فوراً ایستادہ ہو کر نہایت ادب سے عرض کیا : غریب نواز : لکڑیاں اور ڈھیلے اور پانی مولانا بدرالدین ، مولانا حسام الدین اور شیخ جمال الدین لائے ہیں ، شبہ کا سبب معلوم نہیں غریب نواز پر سب حال روشن ہے ۔

شیخ العالمؒ نے فرمایا : سالن میں جو نمک ڈالا گیا ہے وہ کہاں سے آیا ہے ؟ شیخ نظام الدینؒ نے یہ سنتے ہی سر زمین پر رکھ کر عرض کی : آج خانقاہ میں کچھ موجود نہ تھا ، اس لئے دیگ میں نمک قرض لے کر ڈالا ہے ۔

شیخ العالمؒ نے ارشاد فرمایا : فقراء فاقہ سے مر جائیں تو بہتر ہے ، لیکن لذتِ نفس کی خاطر انہیں کسی سے قرض نہیں لینا چاہیئے ۔ کیوں کہ قرض اور توکل کے درمیان بُعدالمشرقین ہے کہ اگر ادا نہ ہوا تو اس کا وبال قیامت تک مقروض کی گردن پر رہے گا ۔ پھر فرمایا کہ یہ کھانا درویشوں کے آگے سے اٹھا کر محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے ۔

شیخ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ میں کبھی کبھار دوسرے لوگوں کی طرح ضرورت کے وقت قرض لے لیا کرتا تھا ، لیکن اس روز میں نے پکا ارادہ کر لیا کہ آئندہ کبھی سخت ضرورت میں بھی قرض نہ لوں گا ۔ حضرت شیخ العالمؒ نے وُہ کمبل جس پر تشریف فرما تھے ، مجھے عنایت فرمایا اور دُعا فرمائی : الہٰ العالمین ! آئندہ نظام الدین کو کبھی قرض کا محتاج نہ کرنا ۔

ایک مدت کے بعد جب شیخ نظام الدین اولیاءؒ خدمت گذاری اور اطاعت شعاری سے مرتبہ کمال کو پہنچے تو شیخ العالمؒ نے انہیں خلقِ خدا کی ہدایت و تکمیل کی اجازت دے کر

۶۵۹ھ کو دہلی روانہ فرمایا۔

دہلی میں شیخ نظام الدینؒ نے غیاث پور میں سکونت اختیار فرمائی۔ یہاں دو شخص آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ ایک شیخ برہان الدین غریبؒ (جو دولت آباد دکن میں مدفون ہیں) اور دوسرے شیخ کمال الدین یعقوب (جن کا مزار پٹن گجرات میں واقع ہے) یہ دونوں بزرگ دوسرے خلفاء سے پہلے خرقۂ خلافت پاکر تحصیل کمال اور ریاضت نفس میں مشغول ہوئے غیاث پور میں شروع شروع میں نہایت تنگی سے گزر اوقات ہوتی تھی۔ اکثر ایسا ہوتا کہ چار چار روز تک کچھ کھانے کو نہ ہوتا۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور دیگر درویش پانی سے روزہ افطار کرتے۔ انہی دنوں ایک صالحہ عورت نے جو حضرت سے توسّل رکھتی تھی اور ہمسایہ میں رہتی تھی۔ سوت کات کر گندم خریدی اور کچھ آٹا حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں بطور نذرانہ بھیجا۔

حضرت سلطان المشائخ نے شیخ کمال الدین یعقوب سے فرمایا کہ اس آٹے کو دیگ میں ڈال کر پکاؤ شاید کسی آنے والے کا حصہ ہے۔ شیخ کمال الدین پکانے میں مشغول تھے کہ اچانک ایک درویش گدڑی پوش کسی مقام سے وارد ہوئے اور آتے ہی حضرت سلطان المشائخ سے کہا: جو ماحضر ہے، اس سے دریغ نہ کر۔

حضرت نے فرمایا: آپ چند لمحے استراحت فرمائیں۔ ابھی کھانا تیار ہوتا ہے تو آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں

درویش نے کہا: جیسا بھی ہے، فورا لے آؤ۔

یہ سن کر حضرت اٹھے اور دونوں ہاتھ سے پکتی ہوئی دیگ کے کنارے پکڑ کر ان کے سامنے لائے۔ درویش نے دیگ اٹھا کر زمین پر دے ماری اور فرمایا: شیخ فرید الدین گنج

شکرؒ نے نعمتِ باطنی شیخ نظام الدین اولیارؒ کو ارزانی فرمائی اور میں نے ان کی ظاہری محتاجی کی دیگ کو توڑ ڈالا۔ یہ کہا اور سب کی نظروں سے اُوجھل ہو گئے۔

اس کے بعد تو یہ ہوا کہ ہزاروں لاکھوں آدمی حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوتے اور خرقۂ خلافت پا کر درجہ عالی اور مقام متعالی پر فائز ہوئے۔

خیر المجالس میں ہے کہ ایک دن مولانا حسام الدین نصرت خانی اور مولانا جمال الدین نصرت خانی اور مولانا شرف الدین کاشانی حضرت شیخ المشائخ کے روبرو بیٹھے تھے۔ شیخؒ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر کوئی شخص دن کو صائم اور رات کو قائم رہے تو یہ کام نہایت سہل ہے کہ بیوہ عورتیں بھی یہ کام کر سکتی ہیں۔ لیکن مثنوی حق کہ مردانِ طلب گار اس کی بدولت بارگاہ پروردگار میں راہ پاتے ہیں اور مشاہدۂ ذات کی دولت سے فیض یاب ہوتے ہیں، وہ اِن عبادتوں سے ماورا ہے۔ حاضرینِ مجلس نے جب یہ کلام سُنا تو خیال کیا کہ شیخ کسی خصوصی عبادت کا ذکر فرمائیں گے لیکن حضرت شیخ المشائخ نے فرمایا: انشاء اللہ تعالیٰ میں کسی مناسب وقت پر اس کا تذکرہ کروں گا۔ عزیزوں نے کئی ماہ اس انتظار میں گزار دیئے۔

ایک روز یہ سب حضرات مجلس میں حاضر تھے کہ محمد کاشف (جو سلطان علاؤ الدین خلجی کے دیوان کا داروغہ تھا) وارد ہوا اور حضرت کے سامنے مودب بیٹھ گیا۔ حضرت نے پوچھا: محمد کاشف! کہاں تھے؟

عرض کی: غریب نواز! دیوانِ عام میں تھا۔ آج تو سلطان علاؤ الدین خلجی نے پچاس ہزار روپے بندگانِ خدا کے واسطے انعام فرمائے ہیں۔

یہ سُن کر حضرت شیخ نے مولانا حسام الدین نصرت خانی اور دوسرے حاضرین کو متوجہ

کر کے فرمایا:

بھلا بتاؤ، بادشاہ کا یہ انعام بہتر ہے یا عہد کا وفا کرنا بہتر ہے جو ایک دفعہ میں نے تمہارے ساتھ کیا تھا؟

یہ سُن کر سب حاضرین آداب بجا لائے اور عرض کی: وفائے عہد ہشت بہشت سے بہتر ہے۔ پچاس ہزار روپے نقرہ کی کیا حیثیت ہے!

سلطان المشائخ نے تینوں بزرگوں کو قریب بلایا اور باقی حاضرین کو رخصت کر کے ارشاد فرمایا: مقصود تک پہنچنے کا راستہ خلوت میں مشغولی حق ہے۔ طالب کو چاہیئے کہ بے ضرورت باہر نہ آئے اور ہمیشہ باوضو رہے، سوائے وقت قیلولہ کے کہ اس وقت غلبۂ خواب ہوتا ہے۔ ہمیشہ صائم الدہر رہے، یہ ممکن نہ ہو تو کم سے کم مقدار پر قناعت کرے اور سوائے ذکرِ حق اور شدید ضرورت کے کبھی زبان نہ کھولے۔ اہل دنیا سے مختصر کلام کرے ——— منقول ہے کہ یہ تینوں مشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے انفاس کی برکت سے ان صفات عالیہ سے متصف ہوتے اور کامل ہو کر جملۂ واصلین سے ہوئے۔

مولانا شہاب الدین امام سے منقول ہے کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ ایک روز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزار کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں اور مولانا برہان الدین غریب ہمراہ تھے۔ حضرت سلطان المشائخ حضرت خواجہ قطب الدینؒ کی زیارت کر کے حوض شمسی کے کنارے رونق افروز ہوئے وہاں اس وقت خواجہ حسن علاء سنجری (کہ سن اس کا پچاس برس سے زیادہ تھا) یاروں کے ساتھ مے نوشی میں مشغول تھا۔ جب اس نے شیخ کو دیکھا تو آپ کے سامنے آکر یہ دو شعر پڑھے۔

سالہا باشد کہ باہم صحبتیم
گر ز صحبتہا اثر بودی کجاست
زہد تاں فسق از دلِ ما کم نہ کرد
فسق مایاں بہتر از زہد شماست

حضرت شیخؒ نے یہ اشعار سنے تو فرمایا: صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ انشاء اللہ تمہیں نصیب ہوگی۔ یہ سُننا تھا کہ خواجہ حسن سر برہنہ حضرت کے قدموں میں گر پڑے اور تمام مناہی سے تائب ہو کر رفقاء سمیت مرید ہو گئے۔ بعد میں خواجہ حسن نے حضرت کے ملفوظات طیبات پر مشتمل کتاب "فوائد الفواد" تصنیف کی۔ جس کے بارے میں حضرت امیر خسروؒ نے رشک سے کہا کہ کاش میری تمام تصانیف خواجہ حسن کے نام منسوب ہوتیں اور ان کی کتاب فوائد الفواد میرے نام کے ساتھ منسوب ہوتی۔

کہتے ہیں ایک روز سلطان علاؤالدین خلجی نے ایک بڑا تھال زر و جواہر سے بھر کر سلطان المشائخ کی خدمت میں بھیجا۔ اس وقت حضرت کے پاس ایک قلندر بیٹھا تھا۔ اس کی نگاہ زر و جواہر پر پڑی تو بولا۔

یا شیخ! ہدایا مشترک۔ سلطان المشائخ نے از رُوئے ظرافت فرمایا: اما تنہا مشترک۔

قلندر نے مایوس ہو کر پھر اپنی بات دہرائی۔ سلطان المشائخ نے اسے قریب بلایا اور فرمایا: تنہا مشترک سے میرا مطلب یہ تھا کہ تنہا تجھے مبارک ہو۔ یہ سُن کر قلندر نے اس تھال کو اٹھانا چاہا لیکن وزنی ہونے کی وجہ سے نہ اٹھا سکا۔ حضرت شیخ المشائخ نے خادموں سے کہا کہ قلندر کی مدد کریں۔

خضر خان حضرت سلطان المشائخ کا مرید تھا قطب الدین مبارک شاہ اُسے قتل کر کے تختِ دہلی پر متمکن ہوا تو وُہ سلطان المشائخ سے بھی پرخاش رکھنے لگا۔ ان دنوں سلطان المشائخ کے لنگر خانہ کا خرچ غلہ کے علاوہ دو ہزار تنکہ روزانہ تھا۔

سلطان نے قاضی محمد غزنوی سے (جو پہلے ہی سلطان المشائخ سے بے حد حسد رکھتا تھا) پوچھا: شیخ کا اس قدر خرچ کہاں سے آتا ہے؟ قاضی نے کہا اکثر امرائے سلطانی نذرانہ سے شیخ کی اعانت کرتے ہیں۔ بادشاہ کو یہ سُن کر سخت غصہ آیا اور حکم دیا کہ آئندہ جو شخص شیخ کے مکان پر جائیگا یا نذر کی اشرفی بھیجے گا، سخت معتوب ہوگا۔

حضرت کو یہ حال معلوم ہوا تو اپنے خادم خاص خواجہ اقبال کو بلایا اور حکم دیا کہ کل سے لنگر کا خرچ دگنا کر دیا جائے پھر ہدایت فرمائی کہ جس وقت بھی تمہیں روپوں کی ضرورت ہو، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر حجرہ کے طاق میں ہاتھ ڈالنا اور بقدر ضرورت نکال لینا۔

اکثر امرائے سلطانی نے بادشاہ کے خوف کی وجہ سے حضرت کی خدمت میں حاضری ترک کر دی لیکن بایں ہمہ فتوحات کا یہ عالم تھا کہ انہی دنوں ایک تاجر جسے رہزنوں نے لوٹ لیا تھا۔ حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے پاس حضرت صدر الدین عارف (پسر شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ) کا سفارشی نامہ تھا۔ سلطان المشائخ نے خادم سے فرمایا کہ علی الصباح سے چاشت تک جو زرِ نذرانہ آئے وہ اس تاجر کے سپرد کر دو۔ منقول ہے کہ بارہ ہزار تنکہ اس تاجر کو وصول ہوئے۔

حضرت سلطان المشائخ کے لنگر کے بارے میں جب بادشاہ کو یہ خبریں پہنچیں تو وُہ دل ہی دل میں نہایت شرمندہ ہوا۔ لیکن پھر بھی ازراہِ جہالت و خجالت حضرت کو پیغام بھیجا کہ شیخ رکن الدین ابو الفتح ملتانی میری ملاقات کو آتے ہیں، آپ بھی قدم رنجہ فرمائیں تو کرم

ہو گا۔

حضرت نے پیغام بر سے فرمایا: میں گوشہ نشین آدمی ہوں، کہیں آتا جاتا نہیں، دوسرے ہمارے بزرگوں کا یہ قاعدہ نہیں تھا کہ وہ شاہی دربار میں جائیں اور بادشاہ کے مصاحب بنیں۔ لہذا میں معافی کا خواستگار ہوں۔

بادشاہ تک یہ پیغام پہنچا تو بادۂ نخوت سے اس کے ہوش و حواس سلب ہو گئے۔ فوراً جواب بھجوایا کہ آپکو ہفتہ میں دو بار میری ملاقات کو آنا پڑے گا۔ حضرت کو یہ پیغام ملا تو آپ نے خواجہ حسن علا سنجری کو بادشاہ کے پیر شیخ ضیاء الدین رومی کے پاس بھیجا، خواجہ حسن نے انہیں حضرت کا پیغام دیا کہ وہ بادشاہ کو سمجھائیں کہ درویشوں کو تکلیف دینا کسی مذہب میں درست نہیں سمجھا جاتا۔ بادشاہ کی خیریت اسی میں ہے کہ وہ فقیروں کو نہ ستائے دوسرے ہمارے خانوادہ کی ایک مخصوص روش ہے وہ شاہی درباروں میں نہیں جاتے تھے، میں بھی اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔

خواجہ حسن نے حضرت کا پیغام شیخ ضیاء الدین رومی کو پہنچا دیا، لیکن یہ خبر بھی لائے کہ شیخ رومی کا دردِ شکم سے بُرا حال ہے اور وہ بیٹھ کر نماز بھی نہیں پڑھ سکتے۔

اتفاق سے تیسرے روز شیخ رومی نے انتقال فرمایا حضرت انکے ہاں تعزیت کے لیے تشریف لے گئے۔ بادشاہ پہلے سے وہاں موجود تھا۔ لوگوں کا بے پناہ ہجوم جمع تھا جونہی خلقت کو حضرت کی تشریف آوری کا علم ہوا تو وہ حضرت کی زیارت کے لئے ٹوٹ پڑی۔ یہاں تک کہ بادشاہ اکیلا کھڑا رہ گیا۔ اس صورتِ حال نے بادشاہ کو سخت برہم کیا دربار میں آتے ہی اس نے ایک محضر نامہ تیار کر کے حکم دیا کہ اگر شیخ ہفتہ میں ایک بار میری ملاقات کو نہ آئے تو ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائیگی۔

بادشاہ کے حکم کے مطابق سید قطب الدین غزنوی مولانا برہان الدین ہر دی، شیخ وحید الدین قندزی اور دیگر اکابر نے حضرت سلطان المشائخ تک یہ پیغام پہنچایا اور کہا کہ بادشاہ سخت برہم ہے اگر آپ ایک مرتبہ دیوانِ عام میں تشریف لے جائیں تو امور درویشی میں فرق نہ آئے گا۔ یہ سن کر حضرت نے صرف یہ فرمایا: دیکھو، اللہ کی طرف سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

حضرت کی اس گفتگو سے ان اکابر نے یہ سمجھا کہ حضرت سلطان المشائخ بادشاہ کے ہاں جانے کے لیے راضی ہو گئے ہیں۔ انہوں نے بادشاہ سے جا کر عرض کی کہ ہم نے شیخ کو راضی کر لیا ہے، وہ چاندرات کو ملاقات کے لئے آئیں گے۔

رات کو خواجہ وحید الدین قندزی اور اعز الدین علی شاہ (حضرت امیر خسروؒ کے بڑے بھائی) نے آکر حضرت کو اطلاع دی کہ بادشاہ دیوانِ عام میں آپ کے قدم رنجہ فرمانے کی خبر سے نہایت محظوظ ہوا ہے یہ سُن کر حضرت نے فرمایا: میں ہرگز اپنے بزرگوں کی روش کے خلاف نہ چلوں گا اور بادشاہ کی ملاقات کو نہ جاؤں گا۔

دونوں بزرگ حضرت کی یہ بات سُن کر سخت غمگین ہوئے، انہیں خدشہ تھا کہیں بادشاہ عاقبت نااندیشی سے کوئی قدم نہ اٹھائے۔ حضرت نے انکو افسردہ پایا تو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: یقین جانو بادشاہ مجھ پر فتح یاب نہ ہو گا۔ رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مسجد نبوی میں صفہ پر قبلہ رُو بیٹھا ہوں۔ اتنے میں سینگوں والے ایک بیل نے مجھ پر حملے کا قصد کیا، لیکن جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے اس کے دونوں سینگ پکڑ کر اسے زمین پر ایسا پٹخا کہ وُہ ہلاک ہو گیا۔

بادشاہ سے ملاقات کی رات آئی تو خواجہ اقبال اور دوسرے خادموں نے عرض کیا کہ

حکم ہو تو پالکی اور کہاروں کو حاضر کیا جائے۔ حضرت سلطان المشائخ نے کچھ جواب نہ دیا ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اطلاع آئی کہ بادشاہ کے پروردہ اور نمک خوار خسرو خان نے بادشاہ کو قتل کر دیا ہے۔

نقل ہے کہ دہلی میں شمس الدین نامی ایک بزاز تھا، جو نہایت دولت مند تھا۔ حضرت سلطان المشائخ کی مخالفت میں پیش پیش رہتا تھا۔ ایک روز وہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ افغان پور کے قریب شراب نوشی کی غرض سے ایک سبزہ زار میں گیا۔ جونہی وہاں شمس الدین بزاز نے شراب کی بوتل ہاتھ میں پکڑی، کیا دیکھتا ہے کہ شیخ نظام الدین اولیاء اس کے مقابل کھڑے ہیں۔ اور اشارہ سے اسے شراب پینے سے منع کر رہے ہیں۔ شمس الدین پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ اس نے فوراً شراب پھینک دی اور وضو کر کے حضرت شیخ کی خانقاہ کی طرف بھاگا۔ جونہی شیخ کی نگاہ شمس الدین پر پڑی۔

فرمایا: جب سعادت مساعدت کرتی ہے تو انسان گناہوں سے باز آجاتا ہے۔
شمس الدین یہ سن کر اور بھی حیران ہوا فوراً حضرت کے قدموں میں گر پڑا اور صدق و اخلاص کے ساتھ مریدوں میں شامل ہوا، پھر دوسرے دن اپنا تمام مال و اسباب جماعت خانہ کے درویشوں میں تقسیم کر دیا اور خود یادِ الٰہی میں مشغول ہو گیا۔

شیخ نصیر الدین اودھی فرماتے ہیں جب میں قاضی محی الدین کاشانی کے پاس علومِ ظاہری پڑھتا تھا، ایک دفعہ ایسا بیمار ہوا کہ سب لوگ میری زندگی سے مایوس ہو گئے۔ حسنِ اتفاق سے شیخ نظام الدین اولیاءؒ میری عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اس وقت میں بے ہوش پڑا تھا۔ حضرت نے دستِ مبارک میرے منہ پر پھیرا تو میں فوراً ہوش میں آیا اور صحت کاملہ پائی اور حضرت کے قدموں میں گر پڑا۔ اسی روز سے میرا اعتقاد و اخلاص

حضرت کی نسبت بہت زیادہ ہو گیا۔

شیخ موصوف یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ایک مرید نے حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ کی دعوت کی قوالوں کو بلایا اور حسبِ حیثیت کھانے کا بندوبست بھی کیا۔ جب سماع شروع ہوا تو کئی ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ صاحبِ خانہ نے صرف پچاس ساٹھ اشخاص کا کھانا تیار کرایا تھا۔ وہ قلتِ طعام اور کثرتِ انام دیکھ کر سخت مضطرب ہوئے۔ حضرت نے نورِ باطن سے اس کا اضطراب جان لیا، اپنے خادم مبشر کو اشارہ کیا کہ سب آدمیوں کے ہاتھ دھلاؤ اور انہیں دس دس کے گرد بیٹھا دو۔ پھر روٹی کے چار چار ٹکڑے کرکے سالن سمیت ان کے سامنے رکھو اور کہو کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کریں۔

خادم مبشر نے تعمیل ارشاد کی۔ تمام خلق نے حسبِ رغبت پیٹ بھر کر کھانا کھایا کوئی شخص بھی بھوکا نہ رہا، اس کے باوجود بہت سا کھانا بچ رہا۔

شیخ نصیر الدین ہی سے منقول ہے کہ قصبہ سرسادہ میں ایک مولانا تھے، ایک دفعہ ان کے مکان میں آگ لگی جس سے مال اسباب کے ساتھ ان کا فرمانِ املاک بھی جل گیا۔ سخت پریشان ہوئے اور دہلی آکر ایک مدت تک کچہری میں تگ و دو کرکے اس فرمان کی نقل حاصل کی، اسے بغل میں دبا کر خوشی خوشی اپنی قیام گاہ کی طرف آرہے تھے کہ راستے میں ایک دوست ملا۔ اس کے ساتھ باتوں میں ایسے مگن ہوئے کہ فرمان بغل سے گر گیا اور انہیں مطلق خبر نہ ہوئی۔

مکان پر آئے تو دیکھا کہ فرمانِ املاک غائب ہے اب تو دنیا نظروں میں اندھیر ہو گئی روتے پیٹتے حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب ماجرا سنایا اور دعا کی درخواست کی۔

حضرت نے فرمایا: مولانا حلوہ کھلاؤ تو دُعا کریں گے

مولانا سید سے حلوائی کی دوکان پر گئے اس سے چند درم کا حلوہ طلب کیا۔ حلوائی نے حلوہ تول کر ایک کاغذ نکالا تاکہ اسے چاک کرکے اس میں حلوہ لپیٹے کہ مولانا نے دیکھا کہ یہ کاغذ وہی ان کا گم شدہ فرمان ہے چلّا کر کہا: یہ کاغذ چاک نہ کرنا، یہ میری املاک کا فرمان ہے۔ حلوائی نے وُہ کاغذ مولانا کے حوالے کر دیا اور حلوہ دوسرے کاغذ میں لپیٹ دیا۔

مولانا حلوہ اور فرمان لیکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضرت نے تبسّم کرکے فرمایا: فرمانِ املاک خود رکھ لو اور حلوہ گھر جاکر اپنے بچّوں کو کھلا دو۔

سیّد وحید الدین کرمانی مبارک جو حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرید ہیں اور جنہوں نے کتاب سیرُ الاولیاء تصنیف کی ہے، اُن سے منقول ہے کہ جب خسرو خاں نے سُلطان قطب الدین مبارک شاہ کو قتل کیا اور تخت پر بیٹھا تو اس نے مشائخ کی خدمت میں تین تین لاکھ تنکہ نذرانہ کے طور پر بھیجا۔ ان مشائخ میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ساتھ سید علاؤ الدین جنوری، شیخ وحید الدین خلیفہ اور شیخ عثمان سیاح (خلیفہ حضرت رکن الدین ابوالفتح ملتانی) وغیرہ بھی شامل تھے۔ جب یہ نذرانہ ان مشائخ کے پاس پہنچا تو اکثر نے اسے امانت کے طور پر رکھ لیا۔ خسرو خاں نے حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو پانچ لاکھ تنکہ بھجوائے جو حضرت نے فوراً فقراء میں تقسیم کرا دیئے۔

چار ماہ بعد سلطان غیاث الدین تغلق۔ خسرو خاں کو قتل کرکے دہلی کا بادشاہ بنا تو اس نے حکم دیا کہ خسرو خاں نے مشائخ کو جس قدر روپیہ دیا ہے وہ سب واپس لیا جائے اکثر مشائخ نے یہ رقم شاہی خزانے میں جمع کرا دی، لیکن شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے شاہی فرمان کا کچھ جواب نہ دیا۔

ادھر حضرت کے مخالف اور حاسد درباریوں نے سلطان غیاث الدین تغلق کے کان بھرنے شروع کیے اور جب کوئی ٹھوس بات حضرت کے خلاف کارروائی کے لیے نہ ملی تو یہ الزام لگایا کہ شیخ قوالی سنتے ہیں، جو حنفی مذہب میں جائز نہیں ہے۔ بادشاہ نے درباری علماء کو طلب کر کے حکم دیا کہ سماع کے خلاف ایک محضر نامہ تیار کریں۔ پھر سلطان نے قلعہ تغلق آباد میں حضرت سلطان المشائخ اور درباری علماء کو طلب کیا تاکہ وہ سماع کے مسئلہ پر مناظرہ کریں۔

مولانا فخر الدین زرادی نے جو حضرت شیخ کے مخلص مریدوں میں سے تھے، بادشاہ سے کہا کہ دو آدمیوں کو جو سب سے زیادہ عالم ہوں، منتخب کر لیجیے تاکہ وہ ہم سے بحث کریں سلطان نے قاضی رکن الدین ابو الحسن کو جو شہر کا حاکم اور حضرت شیخ کی عداوت میں پیش پیش تھا، اشارہ کیا کہ شیخ سے بحث کریں۔

قاضی نے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: تم سماع کے بارے میں کیا دلیل رکھتے ہو؟ شیخ نے حدیثِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) "السماع مباح لاہلہ"[1] بطور دلیل پیش کی۔

---

[1] نظامی بنسری تو شتہ حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کی یہ حدیث پڑھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے مدینہ کی انصار لڑکیاں دف بجا بجا کر گا رہی تھیں، اور حضرت ان کا گیت سُن رہے تھے اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں آ گئے اور انہوں نے ان لڑکیوں کو گانے سے روکا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ان لڑکیوں کو گانے سے نہ روکو کہ آج عید کا دن ہے اور ہر قوم کا ایک عید کا دن ہوتا ہے۔

قاضی نے جواب دیا: تم حنفی ہو، حدیث کے بجائے ابو حنیفہ کا کوئی قول پیش کرو، اسے ہم قبول کریں گے۔

شیخ نے فرمایا: سبحان اللہ میں حدیث مصطفوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نقل کرتا ہوں اور تم مجھ سے قولِ ابو حنیفہ طلب کرتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے حکومت کی رعونت نے تمہارا دماغ خراب کر دیا ہے اور تم اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بے ادبی کرتے ہو۔ انشاء اللہ جلد اس کی سزا بھگتو گے اور اپنے عہدہ سے معزول ہو گے۔

سلطان حضرت کی علمی وجاہت سے متاثر ہو چکا تھا۔ یہ باتیں جاری تھیں کہ مولانا علم الدین نبیرہ حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ سے تشریف لائے۔ سلطان اور تمام حاضرین مولانا کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔ جونہی مولانا علم الدین کی حضرت سلطان المشائخ پر نظر پڑی تو وہ سب سے پہلے ان کی طرف بڑھے اور نہایت اعزاز و احترام سے ملے۔ پھر سلطان سے مل کر دریافت کیا کہ حضرت شیخ نے کیسے تکلیف فرمائی۔ سلطان نے سب ماجرا عرض کیا۔ مولانا علم الدین نے کہ علامہ زماں تھے، فرمایا: میں نے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور مصر و شام کے سفر میں دیکھا ہے کہ تمام مشائخ عظام اور اولیائے کرام باوجود علمائے متبحر اور پرہیزگار ہونے کے سماع سنتے ہیں اور کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا۔ بے شک یہ اہل کے لیے مباح ہے اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ اور ان کے اصحاب اہل حال ہیں، ان کا ظاہر و باطن کمالِ اخلاق اور زہد و تقویٰ سے آراستہ ہے۔

سلطان نے جب مولانا کی یہ باتیں سنیں تو حضرت سلطان المشائخ کو نہایت اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔ دل ہی دل میں نہایت شرمندہ ہوا اور اسی وقت قاضی رکن الدین ابو الحسن کو عہدۂ حکومت سے معزول کر دیا۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کا سن مبارک پچانوے برس کا ہوا تو وہ شدید بیمار ہوئے۔ ایک روز شدتِ بخار میں اپنے خادم خواجہ اقبال کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ تمام مال واسباب اور زرِ نقد جو کچھ خانقاہ میں ہے، غریبوں میں تقسیم کر دیں۔ خادم نے عرض کی: کئی ہزار من غلہ انبار خانوں میں موجود ہے، جو ہر روز لنگر میں خرچ ہوتا ہے۔ یہ جواب سن کر حضرت برہم ہوئے اور فرمایا: انبار خانوں کے دروازے توڑ ڈالو اور غریبوں میں لٹا دو پھر ایک دستار، ایک پیراہن اور ایک مصلّا مولانا برہان الدین غریب کو عطا فرمایا اور انہیں دکن کی جانب رخصت فرمایا۔

پھر ایک دستار، ایک کرتا اور ایک جانماز شیخ یعقوب کو عطا کر کے گجرات کی سمت روانہ فرمایا اور اسی طرح مولانا جمال الدین خوارزمی، مولانا شمس الدین یحییٰ کو ایک ایک دستار، پیراہن اور مصلّا عنایت فرمائے۔

حضرت شیخ نصیر الدین اودھی اس وقت حاضر نہ تھے، چند روز کے بعد (بروز چہارشنبہ اٹھارہ ربیع الآخر ۷۲۵ھ) حضرت سلطان المشائخ نے بعد نمازِ ظہر انہیں طلب فرمایا اور خرقہ، عصا، مصلّا، تسبیح اور کاسہ چوبیں وغیرہ تبرکات جو حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر سے پہنچے تھے، انہیں عنایت فرمائے اور حکم دیا کہ تم دہلی میں رہ کر لوگوں کی جفا و قفا اٹھاؤ۔ پھر نمازِ عصر ادا کی اور ابھی آفتاب غروب نہ ہوا تھا کہ علم و عرفان کا یہ آفتاب عالمتاب دہلی میں غروب ہو گیا۔ حضرت سلطان المشائخ غیاث پور میں کہ اب نئی دہلی میں شامل ہے، مدفون ہوئے جہاں آپ کا مزار اقدس مرجع خلائق ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تحریر: خواجہ عابد نظامی

راحت القلوب

پہلی مجلس

۶۵۵ھ ہجری رجب کی پندرہ تاریخ چہار شنبے کے دن مسلمانوں کے دُعاگو اور سُلطان الطریقت (حضرت باباصاحبؒ) کے ایک مرید بندہ نظام الدین احمد بدایونی (یعنی حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہٰیؒ) کو دولت پائے بوسی حضرت سید العابدین (باباصاحبؒ) حاصل ہوئی۔ حضرت باباصاحبؒ نے کُلاہ چارترکی جو اُس وقت اُن کے سرِ مبارک پر تھی۔ اُتار کر اپنے ہاتھ میں لی اور دعاگو کے سر پر رکھ دی اور خرقہ خاص اور چوبی نعلین (یعنی کھڑاویں) عطا فرمائیں۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک!

نیز ارشاد فرمایا کہ میں ہندوستان کی ولایت کسی دوسرے کو دینی چاہتا تھا مگر تم راستے میں تھے اور دل میں ندا ہوئی کہ صبر سے کام لیا جائے نظام الدین احمد بدایونی پہنچتا ہے یہ لائق اُس کی ہے۔ اُس کو دینا۔ یہ دعاگو یہ کلمات سُن کر کھڑا ہو گیا اور اشتیاق زیارۃ کی بابت کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر حضور شیخ الاسلامؒ کی اتنی دہشت طاری ہوئی کہ کچھ کہہ نہ سکا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے حالت معلوم کر لی اور فوراً یہ الفاظ اُنکی زبان مبارک پر آئے کہ بیشک تمہارے دل میں اشتیاق تھا اور یہ بھی فرمایا کہ "ہر داخل ہونے والے کے لئے دہشت ہوتی ہے"۔

سلسلۂ گفتگو یہاں تک پہنچا تھا کہ دُعاگو کو خیال پیدا ہوا کہ اب شیخ الاسلامؒ سے جو کچھ سنوں گا لکھ لیا کروں گا۔ یہ خیال ابھی پختہ نہ ہوا تھا کہ حضرتؒ نے فرمایا: وہ مرید نہایت خوش نصیب ہے جو اپنے پیر کے الفاظ گوشِ ہوش سے سُنتا اور انہیں لکھ لیتا ہے۔ چنانچہ "اَسْرَارُ الْاَوْلِیَاءِ" میں مرقوم ہے کہ جو مرید اپنے پیر کے ملفوظات سُن کر لکھ لیتا ہے اُسے ہر ہر حرف کے بدلے ہزار ہزار سال کی اطاعت کا ثواب ملتا ہے اور مرنے کے بعد اُس کا مقام عِلّیّین میں بنایا جاتا ہے۔ اُسی وقت یہ شعر بھی پڑھا ؎

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

اور فرمایا کہ انسان کی ہر وقت یہ حالت رہنی چاہیئے کیونکہ ایسے شخص پر کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں آواز نہ آتی ہو کہ "زندہ دل وُہ ہے جس میں ہماری محبت کو برابر ترقی ہوتی رہے"۔

ابتدا میں گفتگو درویشی پر ہو رہی تھی (پھر اسی سلسلہ میں) ارشاد فرمایا: درویشی پردہ پوشی کا نام ہے اور خرقہ پہننا اُس شخص کا کام ہے جو مسلمانوں اور دوسرے انسانوں کے عیبوں کو چھپائے اور انہیں کسی پر ظاہر نہ کرے۔ مالِ دنیا میں سے اُس کے پاس جو کچھ آئے اسے راہِ خدا میں صرف کرے اور جائز مصرف میں اٹھائے۔ خود اُس میں سے ایک ذرّے پر نظر نہ رکھے۔ پھر فرمایا کہ اصحابِ طریقت اور مشائخ کبار نے اپنی بیاضوں میں لکھا ہے کہ زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں۔

اوّل: زکوٰۃ شریعت۔

دوم۔ زکوٰۃ طریقت۔

سوم۔ زکوٰۃ حقیقت۔

زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ اگر چالیس درم پاس ہوں تو اُن میں سے پانچ درم راہِ خدا میں

دیدے اور زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ درم اپنے پاس رکھے اور باقی کل راہِ حق میں دے دے اور زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ چالیس میں سے پانچ بھی اپنے لئے نہ رکھے اور سب اُس کی راہ میں خرچ کر دے۔ اس لئے کہ درویشی خود فروشی ہے۔

اسی سلسلے میں یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ میں نے شیخ شہاب الدین سہروردی (قدس اللہ سرہ العزیز) کو دیکھا ہے اور کچھ دن اُن کی خدمت میں بھی رہا ہوں۔ ایک دن اُن کی خانقاہ میں قریبًا ایک ہزار دینار بطور فتوح آئے۔ انہوں نے سب کے سب راہِ مولے میں لُٹا دیئے اور شام تک ایک پیسہ بھی اپنے لئے نہ رکھا۔ اور فرمایا کہ اگر میں اس میں سے کچھ اپنے لئے رکھ لیتا تو درویش نہ رہتا۔ بلکہ درویش مالدار کا لقب پاتا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ درویشی کے معنی قناعت کے ہیں۔ درویش کے پاس جو کچھ آئے اُس پر چون و چرا نہ کرے۔ کیونکہ میں نے اولیاء اللہ کے حالات میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مالک دینار رحمۃ اللہ علیہ کسی درویش سے ملنے کے لئے گئے۔ درویش اور مالک دینارؒ میں سلوک کے متعلق باتیں ہو رہی تھیں۔ درویش نے دو جو کی روٹیاں نکالیں اور سامنے رکھ دیں۔ وہ روٹیاں بالکل پھیکی تھیں۔ حضرت مالک دینارؒ نے کہا کہ اگر ان میں نمک پڑا ہوتا تو اچھا تھا۔ درویش موصوف کی ایک لڑکی تھی۔ اس نے مالک دینارؒ کا یہ جملہ سُنا تو فورًا برتن گروی رکھ کر بنیئے کی دوکان سے کچھ نمک لے آئی اور دونوں بزرگوں کے آگے رکھ دیا۔ کھانے کے بعد مالک دینارؒ نے کہا "اس کو قناعت کہتے ہیں"۔

درویش کی لڑکی نے زمین چومی اور کہا اے خواجہ! اگر تم میں قناعت ہوتی تو میرا برتن بنیئے کے ہاں گروی نہ رکھواتے۔ اے مالک دینارؒ یہ قناعت نہیں ہے جو تم سمجھے ہوئے ہو۔ ہمارا حال سنو۔ آج ستّرہ سال گزر گئے ہم نے اپنے نفس کو نمک نہیں دیا ہے۔ درویشی تم سے

بہت دُور ہے ۔ اس کے بعد یہ رُباعی زبان مبارک پر آئی ؎

چوں عمر در گذشت درویشی بہ   چوں کار بقسمت است کم کوشی بہ
چوں ترس حیات است مندپوشی بہ   چوں گفتہ نوشت است خاموشی بہ

اور ابھی خبر نہیں ہے کہ درویشوں کے سروں پر کیسے کیسے آرے چلتے ہیں ۔

پھر گفتگو خرقے پر ہونے لگی ۔ ارشاد ہوا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات خرقہ ملا تھا ۔ جب حضور پر نور معراج سے واپس آ گئے تو انہوں نے تمام صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا اور کہا کہ اس خرقے کی بابت مجھے اللہ کا حکم ہے کہ تم میں سے کسی ایک کو دیدوں ۔ اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں جو اس کا جواب باصواب دیگا وہ اس کا مستحق ٹھہرے گا ۔ اوّل (حضرت) ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف رُخ کیا اور فرمایا " اے ابوبکر ! اگر یہ خرقہ میں تمہیں دوں تو کیا بات اختیار کروگے ؟ انہوں نے کہا : یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صدق و صفا اور اطاعتِ خدا اختیار کروں گا ۔ پھر امیر المؤمنین (حضرت) عمر بن خطابؓ سے خطاب کیا اور کہا کہ اگر میں یہ خرقہ تمہیں دوں تو تم کیا اختیار کروگے ؟ انہوں نے جواب دیا : یارسول اللہ میں عدل وانصاف اختیار کروں گا اور مظلوموں کی داد رسی کروں گا ۔ پھر امیر المؤمنین (حضرت) عثمان غنیؓ کی باری آئی ۔ انہوں نے جواب دیا میں آپ کے مشورے سے کام اختیار کروں گا ۔ حیا کروں گا اور سخاوت سے کام لوں گا آخر میں امیر المؤمنین (حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مخاطب کیا اور پوچھا کہ علی ! اگر یہ خرقہ تمہیں دیا جائے تو تم کیا کرو ؟ انہوں نے کہا میں پردہ پوشی کیا کروں گا اور بندگانِ خدا کے عیبوں کو چھپایا کروں گا ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا " لے لو علی یہ خرقہ تم ہی کو دیتا ہوں ۔ رب العزت کا مجھے فرمان تھا کہ تمہارے دوستوں میں سے جو شخص یہ جواب دے خرقہ اسے ہی

دنیا۔" یہاں تک کہہ کر شیخ الاسلامؒ چشم پُرآب ہو گئے اور رونے لگے اور بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب دوبارہ ہوش میں آئے تو فرمایا "معلوم ہوا کہ درویشی پردہ پوشی ہے۔ لہٰذا درویش کو چاہیئے کہ یہ چار باتیں اختیار کرلے۔ اوّل آنکھیں اندھی کرلے تاکہ لوگوں کے معائب نہ دیکھ سکے۔ دوسرے کان بہرے کرلے۔ تاکہ فضول اور لغو باتیں سُننے سے بچ جائے تیسرے زبان گونگی کرلے تاکہ ناحق باتیں کرنے سے بچا رہے۔ چوتھے پیر توڑ کر بیٹھ جائے تاکہ ناجائز جگہوں پر نہ جا سکے۔ پس اگر کسی میں یہ خصلتیں پائی جائیں تو بلاشک اُس کو درویش تسلیم کرنا چاہیئے۔ ورنہ حاشا و کلا مدعی جھوٹا ہے اور درویشی کی کسی چیز سے تعلق نہیں رکھتا۔

اسی گفتگو میں ارشاد ہوا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی (قدس سرہ العزیز) چالیس سال تک اپنی آنکھیں باندھے رہے۔ سبب پوچھا گیا تو کہنے لگے۔ اس لئے کہ لوگوں کے عیب نہ دیکھوں اور اگر اتفاق سے دیکھ لوں تو چھپاؤں اور کسی سے نہ کہوں۔

آتنا بیان کر کے شیخ الاسلام مراقبے میں چلے گئے اور بہت دیر تک اس حالت میں رہنے کے بعد سر اُٹھا کر دُعاگو کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے: بابا نظام الدین جب درویش ایسا ہو جائے تب وُہ درویش ہے۔ پھر وُہ جو کچھ کہے گا اور چاہے گا ہو جائے گا۔ اس وقت شیخ الاسلام کو رقت ہونے لگی۔ محمد شاہ نامی ایک حاضر باش آیا اور زمین بوس ہوا۔ فرمایا بیٹھ جاؤ۔ وُہ بیٹھ گیا۔ محمد شاہ بہت پریشان تھا۔ اس کے بھائی پر نزع کی حالت طاری تھی۔ حضرت شیخ الاسلام کو حالت معلوم ہو گئی۔ پوچھا متفکر کیوں ہو؟ عرض کیا بھائی کی وجہ سے پریشان ہوں۔ آپ پر سب روشن ہے۔ فرمایا جاؤ تمہارا بھائی اچھا ہو گیا۔ محمد شاہ گھر گیا اور دیکھا کہ بھائی کو صحت کلی ہو گئی اور وُہ بیٹھا کھانا کھا رہا ہے" اس طرح جیسے کبھی بیمار تھا ہی نہیں۔

اسی جلسے میں ارشاد فرمایا کہ درویشی یہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو حاصل تھی کہ صبح سے دوپہر تک اور دوپہر سے شام تک جو کچھ آتا سب راہِ خدا میں صرف کر دیتے تھے۔ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکثر اپنے خطبوں میں کہا کرتے تھے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے شام تک کسی چیز کو سینت کر رکھا ہو۔

اس کے بعد مولانا سید بدر الدین اسحٰق ؒ نے پوچھا کہ یا حضرت! اسراف کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی حد کیا ہے؟ شیخ الاسلام نے فرمایا کہ بے سوچے سمجھے اور خلافِ رضائے خدا جو کچھ خرچ ہو وہ سب اسراف ہے اور جو رضائے الٰہی کے موافق ہو وہ اسراف نہیں ہے۔ حضرت شیخ الاسلام اتنا کہنے پائے تھے کہ اذان ہوئی۔ حضرت ؒ نے نماز پڑھی اور مراقبے میں مشغول ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

۱۶ شعبان روز پنجشنبہ ۶۵۵ھ

آج دولت پابوسی میسر آئی۔ شیخ بدر الدین غزنوی ؒ، شیخ جمال الدین ہانسوی ؒ مولانا شرف الدین نبیرہ ؒ، قاضی حمید الدین ناگوری (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین) وغیرہ بھی حاضر تھے۔ ارشاد ہوا: امیر غریب، درویش مسکین، کوئی آئے اُسے خالی پیٹ مت جانے دو۔ کچھ نہ کچھ دے دو تاکہ وہ درویش صفت بن جائے۔ فرمایا کہ میرے پاس جو آتا ہے خواہ وہ امیر ہو یا غریب اور خواہ وہ کچھ لائے یا نہ لائے، مجھے لازم ہو جاتا ہے کہ اُسے کچھ دُوں۔ اس کے بعد شیخ الاسلام چشم پُر آب ہو گئے اور یہ حکایت فرمانے لگے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں جو صحابہ طلب علم اور احکام شرع سیکھنے آیا کرتے تھے وُہ بعد میں وہی باتیں دوسروں کو سُنا دیا کرتے تھے تاکہ وُہ بھی ان

سے مستفید ہو جائیں۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ عمدۃ الابرار تاج الاتقیاء حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کا قاعدہ تھا کہ جس دن اُن کے لنگر خانے میں کوئی چیز نہ ہوتی تو شیخ بدرالدین غزنویؒ خادم خانقاہ سے کہہ دیا کرتے کہ پانی رکھ دو اور جو آئے اُسے وہی پیش کر دو تاکہ بخشش و عطا سے کوئی محروم نہ جائے۔ بعد ازاں اسی سلسلے میں فرمایا کہ جس زمانے میں میں بغداد کا سفر کر رہا تھا شیخ اجل سنجری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی۔ بزرگ اور باہیبت شخص تھے۔ میں اُن کے جماعت خانے میں گیا اور سلام بجا لایا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میری طرف دیکھ کر بولے: "آؤ دستگیرِ عالم خوب آئے۔ بیٹھو"۔ میں بیٹھ گیا۔ وہ میرے فوراً حکم پر بیٹھ جانے سے خوش ہوئے۔ میں انکی خدمت میں کئی دن تک رہا۔ لیکن ایک دفعہ بھی نہ دیکھا کہ کوئی ان کی خانقاہ سے محروم گیا ہو۔ اگر کچھ نہ ہوتا تو سوکھے چھوارے ہی ہاتھ پر رکھ دیتے۔ اور دعا کرتے کہ خدا تعالیٰ تیرے رزق میں برکت دے۔ شہر کے لوگ کہا کرتے تھے کہ جس کو شیخ نے کھجور دی وہ عمر بھر کسی کا محتاج نہ ہوا۔

پھر اسی سلسلے میں ارشاد ہوا کہ جب میں وہاں سے رخصت ہوا تو بغداد کے باہر ایک غار میں ایک درویش ملے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب سلام دے کر کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ یہ درویش اس قدر کمزور اور لاغر تھے کہ بس ہڈی سے چمڑا لگ رہا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس جنگل میں انہیں کھانے کو کہاں سے ملتا ہو گا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ بزرگ موصوف نے سر اٹھایا اور بولے: "اے فرید! آج چالیس سال گزر گئے کہ اس غار میں رہتا ہوں اور گھاس پات سے پیٹ بھرتا ہوں"۔ جب یہ حال دیکھا تو میں نے اپنا سر اُن کے قدموں پر رکھ دیا اور کچھ دن اُن کی صحبت میں گزارے۔

پھر میں روانہ ہو کر بخارا میں شیخ شرف الدین باخرزیؒ کے پاس پہنچا۔ یہ بڑے باعظمت پُرہیبت بزرگ تھے۔ جب میں سامنے حاضر ہوا اور زمین بوسی کر چکا تو فرمایا "بیٹھ جاؤ"۔ میں بیٹھ گیا۔ غیبی دفعہ میری طرف دیکھا۔ برابر ارشاد کرتے رہے کہ "یہ شخص اپنے زمانے کے مشائخ میں ہوگا اور ایک عالم اس کا مرید و پیرو بنے گا۔

اس وقت ایک کالا کمبل حضرتؒ کے کندھے پر پڑا ہوا تھا۔ اُسے میری طرف پھینکا اور حکم کیا کہ "اسے اوڑھ لو"۔ میں نے تعمیل کی۔ کئی دن حاضر خدمت رہا۔ مگر کبھی ایسا نہ ہوا کہ ہزار بلکہ اس سے زیادہ آدمیوں نے ان کے دسترخوان پر کھانا نہ کھایا ہو۔ کھانا ختم ہو چکنے کے بعد بھی اگر کوئی آتا تو خالی نہ جاتا۔ کچھ نہ کچھ ضرور پاتا۔

بالآخر میں حضرتؒ سے بھی رخصت ہوا۔ اور ایک مسجد میں شب باش ہوا۔ صبح سُنا کہ وہاں ایک صومعہ ہے۔ اس میں ایک درویش رہتے ہیں۔ وہاں پہنچا۔ وہ جلال دیکھا کہ اب تک کسی بزرگ میں نظر نہ آیا تھا۔ نگاہ آسمان کی طرف تھی اور عالمِ تفکر میں خاموش کھڑے تھے۔ تین چار دن کے بعد ہوش میں آئے۔ میں نے سلام کیا۔ جواب دیا اور فرمایا آپکو میری وجہ سے تکلیف اٹھانا پڑی۔ بیٹھیے۔ میں بیٹھ گیا۔ ارشاد ہوا کہ "میں شمس العارفینؒ کا نواسہ ہوں۔ آج تیس سال ہوئے کہ اس صومعے میں متعکف ہوں، لیکن اے فرید! اتنے طویل زمانے میں مجھے سوائے حیرت اور دہشت کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔ سمجھتے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟" دعا گو نے گردن جھکائی تاکہ وہی کچھ ارشاد فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ صراطِ مستقیم (راہِ راست) ہے۔ جس نے اس میں سچائی سے قدم رکھا وہ تو پار ہو گیا مگر جو ذرا خلافِ مرضیٔ دوست چلا وہ جلا دیا گیا۔ اس کے بعد اپنا حال بیان کیا کہ "اے فرید! جس دن سے مجھے درِ مولےٰ میں باریابی ہوئی ہے۔ ستر ہزار حجاب میرے اور اُن

کے درمیان) تھے۔ فرمان ہوا کہ اندر آؤ۔ پہلا حجاب ہٹا تو مقربانِ درگاہ دکھائی دیے کہ نگاہ اوپر کئے اپنی اپنی شان میں کھڑے ہیں (ایسی شان میں کہ جسے سوائے خدائے عزوجل کے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا) اور زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں کہ خدایا تیرے دیدار کا اشتیاق ہے۔ اسی طرح تمام حجابات کو طے کیا۔ ہر جگہ نئے آثار اور نئی شانیں دیکھیں۔ جب پردۂ خاص کے قریب پہنچا تو آواز آئی کہ اے فلاں! اس میں صرف وہی آسکتا ہے جو دنیا اور تمام موجوداتِ دنیا بلکہ اپنی ذات سے بھی بیگانہ ہو جائے۔ میں نے عرض کی۔ میں سب کو چھوڑ چکا۔ جواب ملا سب کو چھوڑ چکے تو بس ہمارے ہو گئے۔ آنکھ جو کھولی تو اسی صومعے میں تھا۔ تو اے فرید اس راستے میں اگر سب کو چھوڑے تو حق کا ایگانہ بنے۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ رات آگئی۔ شام کی نماز انہی بزرگ کے ساتھ پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دیکھا کہ دو پیالے آش جو کے اور چار روٹیاں غیب سے اُن کے سامنے آگئیں۔ مجھے اشارہ کیا کہ اندر آؤ۔ میں گیا اور کھانے کیلئے بیٹھ گیا۔ جو لطف ان روٹیوں اور آش کے پیالوں میں آیا آج تک کسی کھانے میں نصیب نہیں ہوا۔ خیر رات بھی وہیں بسر کی۔ صبح جو اٹھا تو ان بزرگ کا پتہ نہ تھا۔ چلا آیا اور ملتان پہنچا۔ اپنے بھائی بہاؤالدین زکریا سے ملا اور مصافحہ کیا۔ وہ پوچھنے لگے کہو کہاں تک پہنچے؟ کیا حاصل کیا؟ میں نے کہا کہ اس کرسی کو جس پر تم بیٹھے ہو کہوں تو ہوا میں اڑنے لگے ابھی یہ جملہ زبان سے نہ نکلا تھا کہ کرسی معلق ہو گئی۔ بہاؤالدین زکریا نے کرسی پر ہاتھ مارا اور نیچے اُتر آئے اور فرمانے لگے مولانا فرید تم تو خوب ہو گئے۔ یہاں سے دہلی گیا اور شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو بات کہیں نہ دیکھی تھی وہ یہاں پائی۔ خود کو اُن کے دامنِ دولت سے وابستہ کر دیا اور بیعت کی نعمت سے مشرف ہوا۔

تین دن تک میرے پیر مجھے نعمت پر نعمت بخشتے رہے۔ اس کے بعد فرمانے لگے کہ مولانا فرید نے اپنا کام پورا کر لیا۔ پھر میرے قریب آئے اور کلام ختم کرتے ہی نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے اور گر پڑے۔ یک شبانہ روز اسی حالت میں رہے۔ جب ہوش آیا تو دعا گو سے مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے۔ مردانِ خدا ایسے ایسے مرحلے طے کر کے اس مقام کو پہنچتے ہیں۔ یہ سعادت سب لوگوں کو حاصل ہو سکتی ہے۔ خدا کا فیض عام ہے۔ لیکن مرد ہونا چاہیئے جو منزل پر پہنچنے کی کوشش کرتا رہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا اے بھائی اس راہ میں جب تک صدق سے قدم نہ رکھے اور دل نہ جلے حاشا و کلا کبھی مقام تقرب تک نہیں پہنچ سکتا۔ اُس وقت یہ اشعار زبان مُبارک پر آتے ۔

تو راہ نرفتہ ازاں ننمودند ورنے کہ زد ایں در کہ بر دل کشودند

جاں در رہِ دلہاست اگر میخواہی تو نیز چناں بشو کہ ایشاں بودند

اور پھر کھڑے ہو گئے۔ نماز کا وقت قریب تھا۔ عالمِ تحیر میں مشغول ہو گئے۔ یہ دُعا گو اور تمام لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ

۲۰ ر شعبان دوشنبہ ۶۵۵ھ

دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ مولانا صحیح الدینؒ پسر قاضی حمید الدین ناگوریؒ ناگور سے آئے ہوئے تھے اور مولانا شمس الدین یرہانؒ بھی حاضر خدمت تھے۔ گفتگو دُنیا کے بارے میں ہو رہی تھی۔ حضرتؒ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ یعنی دنیا کی محبت تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔ پھر ارشاد ہوا۔ قال اهل المعرفة مَنْ تَرَكَ الدُّنْيَا مَلَكَ وَمَنْ اَخَذَهَا هَلَكَ ۔ اہل معرفت

نے کہا ہے جس نے دنیا کو چھوڑ دیا وہ اس پر حاوی ہو گیا۔ اور جس نے اسے اختیار کر لیا وہ مارا گیا۔

شیخ عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مولےٰ اور بندے کے درمیان دُنیا سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں۔ جس قدر انسان دنیا میں مشغول ہوتا ہے اُسی قدر حق سے دُور رہتا ہے۔ اگر انسان چاہے کہ پشت کا حال معلوم کرنے لگے تو سامنے پردہ ڈال لے۔ غرضیکہ ہر وقت دنیا میں ہمہ تن رہنا ٹھیک نہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ العزیز سے سُنا ہے وہ اپنے اُستاد کے حوالے سے روایت فرماتے تھے کہ جب تک بندہ بذریعہ صیقلِ محبت اپنے آئینۂ قلب کو زنگار دنیا سے پاک اور صاف نہیں کرتا اور ذکرِ حق تعالیٰ سے دل نہیں لگاتا اور غیر کو درمیان سے نہیں ہٹاتا اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کو ہرگز نہیں پاتا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ "تحفۃ العارفین" میں خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اصل صلاحیت دل سے ہے۔ جب دل راستی پر آگیا تو انسان خود بخود درست ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ دل کے لیے بھی زندگی اور موت ہے اور دونوں کی علیحدہ علیحدہ صورت ہے۔ کلام اللہ میں ہے۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا۔ یعنی دنیا میں زیادہ مشغول رہنے سے دل مرجاتا ہے۔ فَاَحْيَيْنٰهُ بِذِكْرِ الْمَوْلٰى پس زندہ کرتے ہیں اُسے ذکرِ مولیٰ سے۔"

پھر فرمایا کہ انسان جب دنیا کی لذتوں اور خواہشوں اور کھانے پینے میں مشغول ہو جاتا ہے تو غفلت اور خرابی اس پر اثر کرتی ہے اور ہوا و حرص اس پر غالب آجاتی ہے۔ غیر اللہ کا فکر و اندیشہ اسکے دل کو سیاہ کر دیتا ہے اور جب دل سیاہ ہو گیا تو اس کی موت ہے۔ جس طرح وہ زمین جس میں خش و خاشاک کی زیادتی ہوا اور جو بیج کو قبول نہ کرے مُردہ کہلاتی

ہے۔ اسی طرح وُہ دل جس سے خدا کا ذکر نکل گیا ہو اور جس پہ دیو اور پری نے غلبہ پا لیا ہو۔ اس انقلاب کے سبب مُردہ کہلاتا ہے۔ برخلاف اس کے جب تعلقِ دنیا دل سے جاتا رہتا ہے اور ہوائے نفس نابود ہو جاتی ہے اور بندہ ذکر و شغل کرتا ہے تو دل زندہ ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا عمدہ میں حضرت جنید بغدادیؒ نے بھی لکھا ہے کہ اصل اس راہ میں صلاحیت قلب ہے اور یہ صلاحیت اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان مذموراتِ دنیا، جیسے غل و غش، حسد و کبر، حرص و بخل وغیرہ چھوڑ دیتا ہے۔ ان سے بچنا دل کی طہارت کیلئے ضروری ہیں۔ درویشوں کے یہی کام ہیں اور جوہر درویشی انہی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے بعد شیخ الاسلام چشم پُرآب ہو گئے اور فرمانے لگے جو درویش دنیا میں مصروف رہتا ہوا ور جاہ و رفعت کا طلب گار ہو سمجھ لو کہ وہ درویش نہیں بلکہ طریقت کا مرتد ہے۔ کیونکہ فقر نام ہی اس چیز کا ہے کہ دُنیا سے اعراض کیا جائے۔

پھر اسی ضمن میں فرمایا کہ ایک دفعہ میں بغداد میں خواجہ اجل سنجریؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں اُس وقت درویشوں کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ خواجہ اجل سنجریؒ نے فرمایا عمدہ میں خواجہ جنیدؒ تحریر کرتے ہیں کہ مذہبِ فقر میں درویش کے لیے یہ حرام ہے کہ وُہ اہلِ دنیا سے میل جول رکھے یا بادشاہوں اور سلطانوں کے ہاں آنے جانے۔

ارشاد ہوا کہ حدائق میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ عراق نے جو تین سال سے کسی موذی مرض میں مبتلا تھا۔ خواجہ شہاب تستریؒ کو استعانت کے لیے طلب کیا۔ وُہ تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی پاک دُعا سے اسے شفا دیدی، مگر اس ایک ساعت کے بدلے جو بادشاہ کی صحبت میں گزری تھی وہ سات سال تک خلقت سے عزلت گزیں

رہے۔" پھر ارشاد کیا کہ مشائخ طریقت نے اس باب میں فرمایا ہے۔ صُحبَۃُ الاَغنِیَاءِ لِلفُقَرَاءِ سَمٌّ قَاتِلٌ امیروں کی ہم نشینی فقیروں کے لئے زہر قاتل ہے پس حاصل اس گفتگو کا یہ ہے کہ جس قدر تو نگر لوگوں سے بچو گے۔ اسی قدر خدا سے نزدیکی ہوتی جائیگی۔

چونکہ محبت دنیا اُمرار لوگوں کے دلوں میں استوار ہوتی ہے۔ اس لئے اُن کی صحبت سے نقصان پہنچتا ہے۔ تقرب اور طریقت یہ ہے کہ درویش کے دل میں دنیا اور اہلِ دنیا کی دوستی کا ذرہ بھر اثر نہ ہو۔ فقیر کے نزدیک تمام خلق اللہ برابر و یکساں ہے

یہ کہہ کر شیخ الاسلام نے دعا گو سے خطاب فرمایا کہ" اصل چیز اس راہ میں حضوری قلب ہے اور یہ حاصل نہیں ہوتی جب تک لقمہ حرام سے پرہیز اور اہلِ دنیا سے اجتناب نہ کیا جائے۔ مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی لقمہ حرام اور مجلس ملوک و اہل دنیا سے پرہیز نہ کرے تو اُس کو گلیم پہنانے کی اجازت نہیں کیونکہ یہ انبیاء (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کا لباس رہا ہے اور تمام ابدال و اوتاد و زہاد نے اس کو اوڑھا ہے۔ گلیم کی قدر حضرت موسیٰ کلیم اللہ جانتے ہیں۔ آدم صفی اللہؑ جانتے ہیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ جانتے ہیں حضرت محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں۔

پھر فرمایا شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی قدس اللہ سرہ العزیز کا بیان ہے کہ میں خواجہ مودود چشتی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں دس سال تک حاضر رہا۔ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضورؒ کسی بادشاہ یا امیر کے گھر گئے ہوں حضرتؒ ہی کا قول ہے کہ جو درویش کسی بادشاہ یا امیر کے در پر چلا جاتے اُس سے گلیم اور تمام اسباب درویشی چھین لینا چاہئیے اور کہہ دینا چاہیئے کہ درویشی کا نام لینا موقوف کرے۔ اگر نہ مانے تو اس کے جامہ گلیم کو آگ میں جلا دو۔ کیونکہ جو فقیر اہل دنیا میں جاتا اور اُن میں مل جل کر بیٹھتا ہے وہ درویش

نہیں۔ مدعی کذّاب ہے۔

میں نے بعض اہلِ طریقت کو دیکھا ہے کہ جب انہیں کوئی حاجت یا مصیبت پیش آئی تو انہوں نے گلیم کو اُتار کر علیٰحدہ رکھ دیا۔ اس کے بعد گلے میں زنجیر ڈال کر حق تعالیٰ سے مناجات شروع کی مہم طے ہوگئی"۔

پھر شیخ الاسلام نے مجھ کو مخاطب کیا اور فرمایا "جو بالوں کا جامہ پہنے اُسے چرب شیریں کھانا نہ کھانا چاہیئے اور نہ اہلِ دنیا میں غلط ملط ہونا چاہیئے۔ اگر کوئی ایسا نہیں کرتا وہ اولیاء کے لباس کا خائن ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا "میں نے آثار العارفین میں دیکھا ہے کہ خواجہ ذوالنون مصریؒ کا کوئی درویش مرید بادشاہ کے ہاں بہت آمد و رفت رکھتا تھا۔ خواجہ صاحب نے اسے بلوایا اور اُس سے لباسِ فقر لے کر آگ میں ڈال دیا اور بہت غضبناک ہو کر فرمایا۔ اولیاءؒ انبیاء کے لباس کو خبیثوں میں دکھاتا پھرتا ہے اور پھر ارادہ ہے کہ اسی سے خدا کے سامنے جائے"۔

پھر فرمایا "کہتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تین کپڑے پہنا کرتے تھے جب نماز کا وقت آتا تو اوپر کا اور نیچے کا لباس اتار دیتے اور بیچ کے کپڑوں سے عبادت الٰہی ادا کرتے۔ کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا" اوپر کے پیراہن میں خلق کی نظر پڑنے کے سبب ریا و رسم کا شائبہ پیدا ہو گیا ہے اور اندر کے لباس میں حرص و حسد اور غل و غش کی بُو آتی ہے۔ بیچ کے کپڑے ان دونوں باتوں سے پاک ہیں۔ اس لئے انہی سے نماز پڑھنی پسند کرتا ہوں"۔

اس کے بعد شیخ العالم چشم پُر آب ہو گئے اور بولے متقدمین کا یہ حال تھا۔ جبھی تو وہ منزلِ مقصود تک پہنچے تھے۔ نماز کا وقت آگیا تھا شیخ اس میں مشغول ہو گئے اور سب اُٹھ

کھڑے ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک ۔

اسی ماہ اور اسی سن کی ۲۷ تاریخ کو پھر سعادت پائے بوسی نصیب ہوئی ۔ شیخ جمال الدین متوحل۔ شمس دبیر۔ شیخ نجم الدین اور کئی عزیز حاضر تھے ۔

شبِ معراج اور اس کی فضیلت پر بحث چھڑی۔ حضرتؒ نے فرمایا: "راتوں میں سب سے افضل رات ۲۷ رجب کی ہے ۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر پہنچے. جو شخص اس شب کو بیدار رہے بس اس کے لیے بھی وہ شب معراج ہے اسے بھی سعادت معراج حاصل ہو گئی اور اس کا ثواب اُس کے نامۂ اعمال میں لکھا گیا۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ" ایک دفعہ میں نے بغداد کا سفر کیا۔ جب شہر میں پہنچا تو میں نے ہر شخص سے وہاں کے بزرگوں اور اُن کے ٹھکانوں کا پتہ پوچھنا شروع کیا۔ آخر ایک درویش کا پتہ لگا کہ وہ دجلے کے کنارے رہتے ہیں۔ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ اُس وقت نماز پڑھ رہے تھے میں وہاں ٹھہر گیا اور اُن کی فراغت کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو میں نے آداب عرض کیا۔ اشارہ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ ایسا باعظمت باہیبت چہرہ تھا کہ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح تاباں۔ دریافت فرمایا کہاں سے آتے ہو؟ عرض کی اجودھن سے فرمایا جو درویش کے پاس ارادت سے آئے گا وہ کبھی نہ کبھی بزرگ ہو گا۔ یہ جملہ سُن کر میں نے سر جھکا لیا۔ فرمانے لگے: مولانا فرید! میں پچاس سال سے اس غار میں مقیم ہوں۔ خار و خاشاک غذا ہے اور بندہ خواجہ جنید بغدادیؒ کی اولاد سے ہے۔ کل ماہ رجب کی ۲۷ تاریخ تھی اگر سنو تو اس رات کی کیفیت بیان کروں۔ میں نے نہایت ادب سے عرض کی" فرمایئے"۔ کہا تیس سال گزر گئے۔ میں نہیں جانتا کہ رات کہاں آتی ہے۔ میرا پہلو زمین سے نہیں لگا۔ لیکن کل شب مصلے پر لیٹ کر سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ستر ہزار مقرب

فرشتے زمین پر آئے اور میری رُوح کو اوپر لے گئے۔ جب آسمان اوّل پر پہنچا تو دیکھا کہ فرشتے کھڑے ہیں اور ایک طرف نگاہ جمائے یہ پڑھ رہے ہیں "سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ،، ندا آئی کہ جس دن سے یہ پیدا ہوئے ان کی یہی تسبیح ہے۔ بعد ازاں میری رُوح آگے بڑھائی گئی اور آسمانِ دوم پر پہنچی۔ پھر تیسرے پر پھر چوتھے پر، پھر پانچویں پر۔ میں جہاں گیا خدائے تعالیٰ عزّ وجل کی قدرت کے عجیب عجیب تماشے دیکھے کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ جب عرش سامنے آیا تو حکم ہوا بس ٹھہر جاؤ۔ جملہ اولیاء و انبیاء حاضر تھے اپنے جدِ امجد حضرت جنیدؒ کو دیکھا کہ سر جھکائے بالکل خاموش کھڑے ہیں۔ آواز آئی "اے فلاں" میں نے کہا "لبیک اے بارِ خدایا" فرمایا شاباش تو نے عبادت کا حق خوب ادا کیا۔ اب تیری محنت کا صلہ یہ ہے کہ تجھے عِلّیین میں جگہ دی جاتی ہے۔ میں بے حد خوش ہوا اور سجدے میں گر پڑا۔ ارشاد ہوا "سر اٹھاؤ" میں نے سر اُٹھایا اور عرض کیا "کچھ آگے بڑھ سکتا ہوں" جواب ملا "بس ابھی تمہاری معراج یہیں تک تھی۔ اگر اپنے کام میں اور ترقی کرو گے تو یہاں بھی تمہارا درجہ بڑھ جائے گا۔ تم سے جو کامل تر ہیں اُن کی حجابِ عظمت تک رسائی ہے" یہ سُن کر میں نے خواجہ جنیدؒ کی طرف رُخ کیا اور اپنے سر کو اُن کے قدموں پر رکھ دیا۔ دیکھتا کیا ہوں وُہ خود سربسجود ہیں۔ میں نے پوچھا کہ "اے جدِّ من یہ کیا ماجرا ہے؟" کہا "جب تجھے یہاں بلایا گیا تو میں اس فکر میں پڑ گیا کہ کہیں کچھ میرے خلاف تو عمل میں نہیں آنے والا۔ مجھے گمان تھا کہ تجھ سے کوئی تقصیر ہوئی ہے۔ اور میں اُس کے سبب شرمندہ کیا جاؤں گا کہ جنید کی اولاد نے ایسا کیا"

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ پس اے فرید! جو شخص خدا کا کام کرتا ہے خدا اُس کے کام بنا دیتا ہے۔ اس لئے چاہیئے کہ انسان اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہمت

سے بڑھ کر منہمک ہوا اور فرمایا جو شخص شب زندہ دار رہے اُسے یہ سعادت حاصل ہو سکتی ہے۔

یہ دُعاگو کچھ دن تک ان بزرگ کی خدمت میں رہا۔ وہ نمازِ عشار کے بعد نوافل پڑھتے تھے اور ایسے پاؤں باندھ کر کھڑے ہوتے کہ صبح ہو جاتی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ اس شب میں سو رکعتیں آئی ہیں۔ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ اخلاص پانچ بار اور اختتام نماز پر سو دفعہ درود شریف۔ اب جو دُعا مانگی جائے گی قبول ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ!

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ معین الدین سنجریؒ سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ یہ شب رحمت ہے۔ جو اس میں جاگتا ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم نہیں رہتا۔ بعد ازاں کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اس رات ستّر ہزار فرشتے آسمان سے نور سے بھرے ہوئے طباق لیکر زمین پر آتے ہیں اور گھر گھر جا کر جو بیدار رہتا ہے اس پر انہیں ڈال دیتے ہیں۔ یہ شیخ الاسلام یہ بات کہہ کر چشم پُر آب ہو گئے اور فرمانے لگے کہ نہ معلوم لوگ کیوں ان نعمتوں کو حاصل نہیں کرتے اور خدا کی عبادت سے غافل رہتے ہیں

یہ گفتگو جاری تھی کہ شیخ بدرالدین غزنویؒ چھ درویشوں کو ساتھ لئے ہوئے آئے اور اظہارِ آداب کرنے لگے۔ حضرت شیخ الاسلامؒ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔

سماع کی بحث

اب سماع پر بحث چھڑ گئی۔ سب چُپ تھے۔ شیخ جمال الدین ہانسویؒ نے فرمایا:

"سماع دلوں کے لئے موجبِ راحت ہے۔ اس سے اہل محبت کو جو دریائے آشنائی میں

تیرتے رہتے ہیں۔ جنبش و حرکت ہوتی ہے۔" شیخ الاسلام نے جواب دیا "بیشک عاشقوں کی رسم یہی ہے کہ حبیب محبوب کا نام سنتے ہیں، مزہ لیتے ہیں۔" اس پر شیخ بدرالدین غزنوی نے عرض کی کہ "حضرت! سماع والوں پر بے ہوشی کیوں طاری ہو جاتی ہے؟" شیخ الاسلام نے فرمایا۔ "جس دن سے وہ ندائے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سن کر بے ہوش ہوئے ہیں سُرور و بے ہوشی اُن کے خمیر میں ڈال دی گئی ہے۔ اس لئے آج بھی جب اُن کے کان میں کوئی اچھی آواز آتی ہے، وہ مست ہو جاتے ہیں۔"

شمس دبیر نے سجدۂ تعظیم بجا لاکر پوچھا "حضور ندائے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے وقت تمام روحیں ایک جگہ تھیں یا علیحدہ علیحدہ؟ فرمایا "سب ایک جگہ تھیں۔" سوال ہوا "پھر یہ ہندو، یہودی، آتش پرست وغیرہ کیسے بن گئے؟" شیخ الاسلام نے ارشاد کیا:

"امام غزالی لکھتے ہیں کہ جب حضرت حق نے ندائے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ بلند کی تو تمام روحیں برابر برابر تھیں، لیکن اس کے سنتے ہی چار صفیں ہو گئیں۔ پہلی صف نے دل و زبان دونوں سے کہا "بَلٰی، یعنی بے شک تو ہمارا پروردگار ہے اور فوراً سجدے میں گر پڑی۔ اس میں انبیاء، اولیاء، صدیقین اور صالحین تھے۔

دوسری صف نے دل سے تسلیم کیا، مگر زبان سے نہ کہا۔ البتہ سجدہ اس نے بھی کیا۔ یہ وہ ہیں جن کی پیدائش کفار میں ہوئی، مگر خاتمہ ایمان و اسلام کے ساتھ ہوا۔ تیسرے گروہ نے زبان سے کہا۔ مگر ان کے دل کو قبول نہ ہوا۔ سجدہ تو وہ کر گئے مگر پھر پچھتائے کہ یہ کیا جہالت کی۔ یہ مسلمان پیدا ہوئے اور کافر مرے۔ عیاذاً باللہ مِنہما۔

چوتھی صف نے نہ دل سے کہا اور نہ زبان سے اور سجدے میں بھی شریک نہیں ہوئے یہ اوّل و آخر شرفِ اقرار سے محروم رہے۔"

جب شیخ الاسلام یہاں تک بیان کر چکے تو پھر پہلی بحث شروع ہوئی۔ فرمایا کہ سماع میں جو لوگ بے ہوش ہو جایا کرتے ہیں یہ وہی ہیں جو ندائے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سُن کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ وہی چیز ان میں اب تک موجود ہے جب دوست کا نام سنتے ہیں تو حیرت اور ذوق اور بے ہوشی کا ظہور ہونے لگتا ہے اور یہ سب معرفت کی باتیں ہیں۔ یعنی جب تک دوست کی شناخت نہ ہو جائے۔ خواہ ہزار سال عبادت کرتا رہے اس میں لطف نہیں آئے گا۔ کیونکہ اُسے معلوم ہی نہیں کہ میں طاعت کس کی کر رہا ہوں اور طاعت کا مقصود یہی ہے کہ جو اہلِ سلوک و اہل عشق کہہ گئے ہیں۔ کلام مجید میں ہے۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔ اس کے معنی امام زاہد لکھتے ہیں کہ "نہیں پیدا کیا جن وانس کو، مگر اس واسطے کہ وہ بندگی کریں"۔ اہلِ سلوک کا قول ہے کہ لِیَعْبُدُوْنَ اور لِیَعْرِفُوْنَ یعنی عبادت کرنے کے لئے یا معرفت کے لیے کیونکہ جب تک معرفت نہ ہوگی لُطفِ عبادت کیا ملے گا۔ عشق مجازی میں دیکھ لو جب تک کوئی کسی کو دیکھتا نہیں عاشق نہیں ہوتا اور عاشق ہونے کے بعد محبوب کے متعلقین کی مدد کے بغیر محبوب تک رسائی نہیں ہوتی۔ اسی طرح حقیقت اور طریقت کا حال ہے کہ جب تک خدائے عزّوجل کو نہیں پہچانتا اور اس کے اولیاء سے دوستی نہیں کرتا یعنی اپنے آپ کو اُن کے پلّے سے نہیں باندھ دیتا طاعت و عبادت میں کیفیت نہیں پاتا"۔

اس کے بعد شیخ الاسلام ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ سے مراد یہی شناخت دوست ہے۔ یکایک محمد شاہ نامی حضرت اوحد کرمانی کے سامنے گانے والا ایک قوّال بھی اپنی ٹولی کے ساتھ آ گیا۔ شیخ جمال الدین ہانسوی اور شیخ بدرالدین غزنوی حاضر تھے۔ حضرت نے قوالوں سے فرمایا کچھ سناؤ۔ اُنہوں نے گانا شروع کیا۔ شیخ الاسلام

کھڑے ہو گئے اور رقص کرنے لگے۔ ایک دن رات یہی حالت طاری رہی۔ نماز کے وقت نماز پڑھ لیتے اور پھر سماع میں آجاتے۔ غزل یہ تھی ؎

ملامت کردن اندر عاشقی است ملامت کے کند آں کس کہ بیناست

نہ ہر تر دامنے را عشق زیبد نشانِ عاشقی از دور پیداست

نظامی تا توانی پارسا باش کہ نورِ پارسائی شمع دلہاست

ہوشیار ہوئے تو سلوک پر گفتگو چھڑ گئی۔ فرمایا اہل سماع وہ لوگ ہیں جن پہ حالت تحیر و استغراق میں اگر سو ہزار تلواریں چلائی جائیں تو بھی انہیں مطلق خبر نہ ہو جس وقت انسان دوست کی محبت میں محو ہوتا ہے اُسے دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی۔ کوئی آئے کوئی جائے وہ نہیں جانتا کہ کیا ہوا۔

اس کے بعد چند درویشوں نے حضرت رحؒ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم مسافر ہیں وطن جانا چاہتے ہیں، مگر خرچ نہیں ہے۔ شیخ الاسلامؒ کے سامنے کچھ خستہ کھجوریں رکھی تھیں۔ وہی اُٹھا کر درویشوں کو دیدیں اور کہا جاؤ۔ جب درویش باہر آئے۔ انہوں نے آپس میں کہنا شروع کیا کہ اِن خستہ کھجوروں کو کیا کریں۔ لاؤ یہیں پھینک چلیں۔ پھر جو دیکھا تو وہ کھجوریں نہیں تھیں اشرفیاں تھیں۔ مؤذن نے اذان دی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے اور میں سب کے ساتھ رخصت ہو کر چلا آیا۔

۹ رشعبان ۶۵۵ھ روز پنجشنبہ

دولتِ قدم بوسی حاصل ہوئی۔ شیخ جمال الدین ہانسویؒ حاضر خدمت تھے اور بال کترنے پر بحث ہو رہی تھی۔ ارشاد ہوا میں نے سیرالعارفین میں پڑھا ہے کہ جب

کوئی مسلمان چاہے کہ کسی پیر کا مرید ہو تو اوّل غسل کرے اور اگر ہو سکے تو رات بھر جاگے اور اپنی بھلائی کے لیے حضرت حق میں ملتجی رہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو خیر، جمعرات کے دن چاشت کے وقت یا دو شنبے کو۔ سب دوستوں اور عزیزوں کو جمع کر کے پیر کے پاس جائے۔ پھر پیر قبلہ رو ہو کر بیٹھے۔ اور دو رکعت استخارہ پڑھے۔ اس کے بعد مرید کو سامنے بٹھا کر آیاتِ متبرکہ پڑھے اور اس پر پھونکے اور مرید سے استغفار کرائے اور مستقبل قبلہ بٹھا کر قینچی ہاتھ میں لے اور تین مرتبہ باآواز تکبیر کہے۔

رسمِ مقراض رانی

قینچی چلانے کے متعلق مشائخ میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تکبیر پڑھتے وقت نفس امّارہ کی طرف متوجہ ہو اور سمجھے کہ آج اس سے جنگ کرنی ہے۔ بالکل وہی حالت ہو جیسی ایک غازیٔ لشکر اسلام کی لڑائی کے وقت ہونی چاہیئے۔ تکبیر بالجہر سے مدد کے لیے فرشتے اُترآتے ہیں۔ پھر لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھے اور کوئی وسوسہ نہ آنے دے۔ تیسری تکبیر سے فارغ ہو کر ایک بار کلمۂ توحید، اور بیس دفعہ درود شریف اور ایک دفعہ استغفار پڑھے۔ جب سب کچھ ہو چکے تو ایک بال مرید کی پیشانی سے لے لے اور کہے "بادشاہوں کے بادشاہ! تیری درگاہ سے بھاگا ہوا غلام پھر تیرے حضور میں آیا ہے اور چاہتا ہے کہ تیری عبادت کرے اور جو کچھ ماسوا ہے اُس سے بیگانہ ہو جائے۔ اس کے بعد ایک بال پیشانی کی دائیں طرف سے اور ایک بائیں طرف سے کترے۔"

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ صرف ایک بال پیشانی سے لے لے زیادہ کی ضرورت نہیں۔ حسن بصریؒ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک ہی بال لینا بہتر ہے۔ حضرت علیؓ اہل صُفّہ کے خلیفہ ہیں اور یہ حدیث اُن کی شان میں آئی ہے۔ آنسا

مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا ۔ اس کے بعد دعا گو نے عرض کی کہ حضور یہ قینچی چلانے کی رسم کہاں سے پیدا ہوئی؟ فرمایا مہتر ابراہیم علیہ السلام سے (صلوات اللہ علیہ وعلیٰ نبینا) اور انہیں تلقین کیا تھا جبرئیل علیہ السلام نے۔ پھر اسی کے متعلق ارشاد فرمایا۔ ایک دن حبیب عجمی اور حسن بصری رحمتہ اللہ علیہما دونوں بیٹھے ہوئے تھے، کوئی شخص آیا اور بولا کہ میں فلاں فلاں کا مرید ہوں۔ آپ نے پوچھا۔ تمہارے پیر نے تمہیں کیا تعلیم دی ہے؟ اُس نے کہا میرے پیر نے بال تو کترے تھے باقی تعلیم وغیرہ کچھ نہیں دی۔ دونوں بزرگوں نے چلا کر کہا "ھُوَ مُضِلٌّ وَضَالٌّ" یعنی وہ خود بھی گمراہ ہے اور اوروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔ اس واقعے سے معلوم ہوا کہ پیر کو چاہیئے کہ مرید کرنے سے پہلے مرید کو جانچ لے۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے تمام حاضرین سے خطاب کیا کہ شیخ ایسا ہونا چاہیئے کہ جب کوئی اس کے پاس بہ نیت ارادت آئے تو نور معرفت کی نظر سے ارادت مند کے سینے کو صیقل کر دے تاکہ اس میں کسی قسم کی کدورت باقی نہ رہے اور وہ مانند آئینے کے روشن ہو جائے۔ اگر یہ قوت نہیں ہے تو مرید نہ کرے۔ کیونکہ اس سے بیچارے گمراہ کو کیا حاصل ہوگا۔

نفس امارہ، لوامہ اور مطمئنہ

ارشاد ہوا جب کسی پیر یا صاحب ولایت کی مریدی کی خواہش کرے تو چاہیئے کہ پہلے اُس کے نفوس ثلاثہ کی حرکات و سکنات پر غور کرے اور دیکھے کہ کہیں وہ پوشیدہ طور پر نفس امارہ کے قبضے میں تو نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں ہے۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ الخ پھر نفس لوامہ پر توجہ کرے کہ کہیں اس میں تو مبتلا نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ اس کے بعد نفس مطمئنہ پر نظر

ڈالے: قال اللہ تعالیٰ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ
پھر قلب کو دیکھے کہ وہ بھی سلیم ہے یا نہیں۔ ان سب مرحلوں سے فارغ ہو کر اپنے ضمیر
کو روشن کرے اور ہاتھ دیدے۔

اگر کوئی شخص سنتِ اہل سلوک کے مطابق مقراض رانی اور مقراض گیری نہیں جانتا
وہ گمراہ ہے اور اُس غریب کو بھی ضلالت میں ڈالتا ہے جو اس کا مرید ہوتا ہے۔ یہ جملہ
کہہ کر شیخ الاسلام چشم پُر آب ہو گئے اور فرمانے لگے جس دن بشر حافیؒ نے توبہ کی تھی
اُس روز کا قصہ ہے کہ آپ پشیمان ہوتے ہوئے خواجہ جنید بغدادیؒ کی خدمت میں آئے
اور اُن کے ہاتھ پر تائب ہوئے۔ حضرتؒ نے رسم مقراض کے بعد آپ کو خرقہ عطا فرمایا۔
اس کے بعد بشر حافیؒ چلے آئے اور جب تک جئے برہنہ پا رہے۔ پوچھنے والے نے
پوچھا خواجہ جوتی کیوں نہیں پہنتے؟ فرمایا میری مجال نہیں کہ بادشاہوں کے فرش پر جوتی
پہن کر پھروں۔ ایک تو سبب یہ ہے۔ دوسرا بھی سُن لیجئے۔ جس دن خدائے عزّوجل
سے معاملہ کیا ہے اُس روز ننگے پیر تھا۔ اس لئے اب جوتی پہنتے ہوئے شرم آتی ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ اہل سلوک کا قول ہے کہ جو شیخ مریدوں کو قانونِ مذہب
سُنّت وجماعت پر نہیں چلاتا اور اپنی حالت کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہؐ کے
موافق نہیں رکھتا وُہ رہزن ہے۔ دھوئیں سے آگ کا پتہ چلتا ہے اور مرید سے پیر کا۔
یہ جو بیسیوں آدمی گمراہی میں پڑے دکھائی دیتے ہیں پس اس کی وجہ یہی ہے کہ اُن کا پیر کامل
نہیں ہے۔

مقراض کا معاملہ ایک الٰہی رمز ہے۔ جس کا انکشاف کسی پر نہ ہوا۔ اگرچہ بعضوں نے
مطلب برآری کی ہے کہ اس قینچی سے بندے اور مولیٰ کے درمیان جو پردے ہوتے ہیں وُہ

کٹ جاتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ مومن کے دل کی درگاہِ خداوندی میں بڑی قدر و منزلت ہے، لیکن لوگ اس کی اصلاح نہیں کرتے۔ یقیناً وہ ضلالت اور گمراہی میں ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ مومن کا دل اللہ تعالٰی کا عرش ہوتا ہے۔ بعد ازاں ارشاد کیا کہ جس درویش کے آگے ابھی حجاب کے ۷۰ پردے پڑے ہوئے ہوں۔ جس تک ذرا سی روشنی نہ پہنچتی ہو۔ جو معتراض اور حرقے کا علم نہ رکھتا ہو وہ اگر چاہے کہ لوگ اس کے مرید ہوں تو سمجھ لو گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرتا ہے۔ درویش کو عالم اور صاحبِ قوت ہونا چاہیئے۔ تاکہ معتراض چلانے اور خرقہ دینے میں اس سے کوئی فعل خلافِ سنّت و جماعت نہ سرزد ہو جائے۔

اس کے بعد فرمایا کہ خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ دلیل الثانی میں لکھتے ہیں جو فقیر خلق سے علیحدہ نہ رہتا ہو۔ جان لو کہ وہ خدا سے دُور ہے۔ کیونکہ عوام کی صحبت فقیر کے لیے خالی از مضرت نہیں۔ اس سے سالکِ مولیٰ کے راستے میں پیچھے رہ جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے سلک سلوک مصنفہ خواجہ بایزید بسطامیؒ میں پڑھا ہے کہ سالک راہِ طریقت کو چاہیئے کہ بے ضرورت گھر سے نہ نکلے اور لوگوں میں زیادہ نشست برخاست نہ رکھے۔ ہاں مجلس علماء میں جاتے، مگر وہاں بھی فضول گفتگو نہ کرے۔ پھر دیکھئے کہ اس کی عبادت کیا رنگ لاتی ہے اور اس کا ضمیر کس قدر روشن و منور ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جب پیر مرید کے سر پر قینچی چلائے تو پہلے مرید کو غسل کے لیے کہے اور پھر اس کے منہ میں اپنے ہاتھ سے کچھ شیرینی دے اور تین دفعہ کہے کہ اے خدا اپنے بندے کو اپنی طلب میں پُرلطف ذوق بخش۔ اس کے بعد اگر خلوت مناسب سمجھے تو خلوت کرے ورنہ سکوتِ ارادت کی تعلیم دے۔

بعد ازاں ارشاد ہوا کہ "اسرار العارفین" میں لکھا ہے کہ خلوت بعض کے نزدیک چالیس دن کی ہونی چاہیئے اور بعض کے نزدیک ستر دن کی اور بعض کے نزدیک ننانوے دن کی، لیکن ننانوے دن کی خلوت معتبر ہے جو شیخ عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، مگر طبقۂ جنیدیہ میں بارہ سال آئے ہیں اور طبقۂ بصیریہ میں بیس سال۔ ریاضت سے مطلب یہ ہے کہ نفس امارہ مغلوب ہو اور گوشہ نشینی سے مراد یہ کہ سگِ نفس کو محبوس کیا جائے۔

بہت سے مشائخ کے نزدیک مراقبہ کرنا ہی سلوک ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تنہائی میں سوائے مراقب ہونے کے کچھ نہ کرو۔ عزلت نشینی کے وقت سر کو کپڑے سے ڈھک لینا چاہیئے تاکہ اس کی برکت سے اس میں روشنی پیدا ہو جائے۔ خرقہ انہی کاموں کے لئے دیا جاتا ہے۔

تلقینِ ذکر

بعض مشائخ نے کہا ہے۔ مثلاً خواجہ فضیل عیاض و خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہ پیر کو لازم ہے کہ اوّل اپنی ٹوپی مرید کے سر پر رکھ دے۔ پھر اس کے بعد تلقین ذکر کرے۔ ذکر تین ہیں۔ اوّل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ دوم سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر۔ سوم یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔

اگر پہلا ذکر اختیار کیا جائے تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ نو دفعہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہے اور دسویں دفعہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ۔ پھر اکیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہ پڑھے بعد ازاں تیس دفعہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔ لیکن یہ سب اس طرح پڑھنا چاہیئے کہ حاضرین بھی سنیں اور ذوق حاصل کریں لیکن ایسا چیخ کر نہیں کہ دوسرے گھر تک آواز جائے۔

اس کے بعد فرمایا کہ طبقۂ جنیدیہ میں بارہ دفعہ کا حکم ہے اور میں بھی اس سے متفق

ہوں۔ پھر ارشاد ہوا کہ " ذکر اس شان سے کرنا چاہیئے کہ بدن کا رونگٹا رونگٹا زبان کا کام دے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام جب ذکر کرتے تھے تو ایسے بے خود ہو جاتے تھے کہ صحرا کی طرف مُنہ کر لیتے اور غلبۂ شوق سے چلّا چلّا کر پکارتے کہ " اے وہ جو مکان سے منزّہ اور پاک ہے چل میرا دل تیرے ذکر سے پُر ہو گیا۔ اگر سوائے تیرے نام کے کوئی لفظ میری زبان سے نکلے تو میں مر جاؤں "۔

بعد ازاں فرمایا کہ خواجہ یوسف چشتیؒ نے شرح الاسرار میں لکھا ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کا قول ہے کہ شیخ و مرید کی مثال دایہ اور بچے کی سی ہے۔ جس طرح بچہ کوئی بدخوئی کی حرکت کرتا ہے تو دایہ اُسے دوسرے اچھے کاموں میں مشغول کر کے خوش دل اور نیک بنانے کی سعی کرتی ہے اسی طرح پیر بھی مرید سے کبھی ذکر کراتا ہے، کبھی قرآن پڑھواتا ہے تاکہ کہیں اس کا دل کسی خراب بات کی طرف نہ لگ جائے "۔

اس کے بعد فرمایا " ہاں یہ بھی ارشاد ہے کہ فقیر کو اہلِ دنیا کے ساتھ زیادہ خلا ملا نہ ہو۔ ان سے بہت صحبت نہ رکھے کیونکہ ان کی صحبت سے فقیر کا دل پریشان ہو جاتا ہے کوئی چیز درویش کے لئے تونگروں کی صحبت سے بڑھ کر مضر نہیں۔ فقیر کے دین و دنیا گوشے ہی میں ٹھیک ہوتے ہیں "۔ پھر فرمایا کہ پیر و مرید کی یہ کیفیت ہونی چاہیئے جو اس وقت بیان کی گئی۔ اگر کسی کو ایسا شیخ کامل نہ ملے جس کی کتب اہلِ سلوک پر نظر ہو یا جو پورے طور سے بزرگانِ سلف کی اتباع نہ کر سکتا ہو تو سوچ سمجھ کر مرید ہونا چاہیئے۔

پھر فرمایا کہ شیخ پر واجب ہے کہ مرید کو وصیت کرے کہ وہ بادشاہوں اور امیروں کی صحبت سے بچے اور طالبِ شہرت و ثروت نہ بنے۔ زیادہ بولنے سے احتراز کرے۔ اور بے حاجت کہیں نہ جائے۔ کیونکہ یہ سب باتیں دنیا والوں کی ہیں اور حُبِّ دنیا کل خطاؤں

کی جڑ ہے۔ حُبُّ الدُّنْیَا رَاْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ۔ پھر فرمایا کہ سجادے کو ضرورت بے ضرورت نہ چھوڑنا چاہیئے۔ کیونکہ اصحابِ طریقت کہہ گئے ہیں کہ جب کوئی شخص روز روز طلبِ دنیا میں پھرتا ہے تو اسے علم حلال وحرام نہیں رہتا اور اگر کوئی صوفی سلوک وسجادے کو چھوڑ کر کوچہ و بازار کا چکر لگاتا ہے تو وہ بھی کھوکھلا ہوجاتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ابو بکر شبلیؒ فرماتے ہیں کہ راہِ قبول پر چلنے والے کی علامت یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو جیسے کی شب کو جاگ کر گزارے اور اس میں ذکر یا تلاوت یا نماز (نوافل) پڑھتا رہے، لیکن نماز پڑھنی افضل ہے کیونکہ ارشاد ہے: اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

اس کے بعد فرمایا کہ اہلِ سلوک کا قول ہے کہ اصلِ سلوک ریاضت اور ثمرہ ارادت ہے اس لئے بندے کو چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے ہم نشینیٔ اغنیاء و ملوک سے محترز رہے اور نفسانی خواہشات کو مارے اور صالحین کی صحبت اختیار کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث ہے۔ صُحْبَۃُ الصّٰلِحِیْنَ نُوْرٌ وَّ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ)

۱۱ر شعبان ۶۵۵ھ

استغراق وبیخودی

دولت پائے بوسی نصیب ہوئی۔ اُن لوگوں کا تذکرہ جاری تھا جو نماز میں مشغول ہوتے ہیں تو بہ سبب استغراق خود کو بھی بھول جاتے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا جب میں غزنی میں مسافر تھا تو میں نے چند درویشوں کو دیکھا کہ بے حد ذاکر و شاغل تھے۔ شب کو انہیں کے پاس قیام کیا۔ صبح کے وقت نزدیک کے ایک حوض پر وضو کرنے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں ایک اور نہایت ضعیف بزرگ بیٹھے ہیں۔ میں نے اُن کا حال دریافت کیا۔ کہنے لگے بہت عرصے سے مجھے عارضۂ شکم ہے! اُس

نے یہ کیفیت کر دی ہے۔ میں نے وہ دن اُن کی صحبت میں گزارا جب رات آئی تو معلوم ہوا کہ ہر شب ایک سو بیس رکعت نماز پڑھتے ہیں۔ جتنی مرتبہ قضائے حاجت کے لئے جاتے اتنی دفعہ آکر فوراً غسل کرتے اور دوگانہ نماز پڑھتے۔ چنانچہ میں نے اس کا خوب تجربہ کیا۔ ایک دن اسی طرح وہ غسل کرنے تالاب میں اُترے اور اُس میں سے نکل کر جان بحق تسلیم ہو گئے۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلام رونے لگے اور ارشاد کیا: زہے راسخ الاعتقادی کہ آخر دم تک اُس کی بندگی میں قاعدے اور ضابطے کو ترک نہ کیا اور اُسے کمال تک پہنچا کر جان دی۔"

پھر فرمایا تکلیف و زحمت اٹھانے کے بعد ہی انسان کو گناہ سے بچنے کا خیال ہوتا ہے۔ جس سے اس کی خیر ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دن میں بخارا میں شیخ سیف الدین باخرزی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھا۔ کوئی شخص اُنکی خدمت میں آیا اور سلام کر کے بولا:" اے امام! میرے پاس کچھ مال ہے۔ اس میں عرصے سے گھاٹا ہو رہا ہے اور کبھی کبھی اعضا بھی دُکھتے ہیں"۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:" زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی کمی ہوئی ہو گی۔ اور مرض کا آنا تو دلیل ایمان ہے"۔

پھر اسی گفتگو میں ارشاد کیا کہ حضرات تابعین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ قیامت کے روز فقراء کو ایسے درجے ملیں گے کہ خلق ہاتھ ملے گی کہ کاش ہم دنیا میں فقیر کیوں نہ ہوئے۔ اور مریضوں کو وہ اجر ملے گا کہ لوگوں کو حسرت ہو گی کہ ہم بھی زندگی بھر رنجور رہے ہوتے اور ان مرتبوں کو پہنچتے۔ اس کے بعد فرمایا کہ آدمی کو چاہیئے کہ ہر درد و رنج کے وقت اُس کی علت پر غور کرے۔ کیونکہ اپنے نفس کا علاج اپنے ہی سے خوب ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلام چشم پُر آب ہو گئے۔ اور یہ مثنوی زبان مبارک پر آئی ؎

اے بسا درد کاں ترا درد ست   اے بسا تیر کاں ترا آہو ست

درویشوں سے عقیدت اور حسنِ ظن

بعد ازاں اس مسئلے پر بحث شروع ہوئی کہ درویشوں سے ہمیشہ عقیدت اور حسنِ ظن رکھنا چاہیے تا کہ اُن کی برکت سے اللہ تم کو اپنے سائے میں لے لے۔

فرمایا شیر خاں والیٔ اُوچ و ملتان میرا مخالف رہتا تھا۔ میں نے بارہا یہ شعر اُس کے حق میں دہرایا ؎

افسوس کہ از حالِ منت نیست خبر   آنگہ کہ خبرت شود افسوس خوری

آخر ایک ہی سال میں کفار نے اُس پر چڑھائی کی اور اُسے برباد کر دیا۔

پھر اسی سلسلے میں ارشاد کیا کہ ایک دن میں سیوستان میں شیخ اوحد کرمانیؒ کی خدمت میں پہنچا (رحمتہ اللہ علیہ) شیخ نے مجھے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ زہے سعادت کہ میرے پاس آئے۔ غرض کہ میں جماعت خانے میں بیٹھا تھا کہ وس درویش صاحبِ نعمت تشریف لائے اور آپس میں کرامت و بزرگی پر گفتگو کرنے لگے یہاں تک کہ اُن میں سے ایک نے کہا کہ اگر کوئی شخص صاحبِ کرامت ہے تو اُسے چاہیئے کہ اُس کو ظاہر کرے۔ سب نے کہا اوّل تم ہی کچھ دکھاؤ شیخ اوحد کرمانیؒ نے بھی انہی طرف رُخ کیا اور بولے کہ اس شہر کا حاکم اِن دنوں مجھ سے بگڑا ہوا ہے اور مجھے روز کچھ نہ کچھ تکلیف دیتا رہتا ہے، لیکن آج وہ میدان سے سلامت نہیں آسکتا۔ ان الفاظ کا شیخ کی زبان سے نکلنا تھا کہ ایک شخص باہر سے آیا اور خبر سنانے لگا کہ بادشاہ سیر و شکار کو گیا تھا اور اُس وقت گھوڑے سے گر کر اس کی گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔

اس پر درویشوں نے دُعا گو کی طرف دیکھا اور بولے تم کہو۔ میں نے مراقبہ کیا اور تھوڑی

دیر بعد سر اٹھا کر کہا " آنکھیں سامنے کرو " سب نے تعمیل کی ۔ کیا دیکھتے ہیں کہ میں اور وہ سب خانہ کعبہ میں کھڑے ہیں ۔ آخر واپسی ہوئی اور سب نے اقرار کیا کہ بیشک یہ درویش ہے اس کے بعد میں نے اور شیخ احد کرمانی رح نے اُن درویشوں سے سوال کیا کہ ہم اپنا کام کر چکے ۔ اب تمہاری باری ہے ۔ یہ سن کر سب نے اپنے اپنے سر خرقوں میں کر لئے اور اندر ہی اندر غائب ہو گئے ۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے راقم دعا گو کو مخاطب کیا کہ اے مولانا نظام الدین ! جو خدا کے کام میں لگا ہوا ہے خدا اس کے کام بنا تا رہتا ہے یعنی جو خدمتِ حق تعالیٰ میں کمی نہیں کرتا اور جس کے تمام افعال رضائے دوست کے موافق ہوتے ہیں اور جو اپنے نفس کے لئے ہر وقت غازی بنا رہتا ہے خدا بھی اُس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتا ۔

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ میں بدخشاں گیا ۔ وہاں بہت سے بزرگ اولیاء اللہ تھے ۔ چنانچہ عبدالوحد نواسہ شیخ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے شہر کے باہر ایک غار میں اپنا مسکن بنا رکھا تھا ، جب مجھے ان کی کیفیت معلوم ہوئی تو اُن کے پاس گیا ۔ دیکھتا کیا ہوں کہ نہایت نحیف و نزار ہیں اور ایک پاؤں غار کے اندر اور ایک غار کے باہر کئے عالمِ تحیر میں کھڑے ہیں ۔ میں نے نزدیک پہنچ کر سلام کیا ۔ فرمایا کیسے آئے ؟ اس کے بعد تین شبانہ روز منتظر رہا ۔ کوئی کلمہ زبان سے نہ سنا ۔ تیسرے دن عالم صحو میں آئے اور بولے اے فرید میرے قریب مت آیو ورنہ سوختہ ہو جائے گا اور نہ مجھ سے دُور ہو کیونکہ پھر محسور ہو جائے گا ۔ ہاں میرا ماجرا سن ۔ آج ستر سال ہو گئے کہ اس غار میں ایستادہ ہوں ۔ ایک دن ایک عورت یہاں سے گزری ۔ میرا دل اس کی طرف مائل ہوا ، چاہا کہ باہر نکلوں ۔ اتنے میں ہاتفِ غیب نے آواز دی کہ " اے مدعی عہد ! تو تو کہتا تھا کہ میں نے غیر اللہ کو چھوڑ دیا ۔ بس اتنا سننا تھا کہ میرا باہر آیا ہوا پیر باہر رہ گیا اور اندر کا اندر ۔ اس حال

کو تیس سال گزر گئے۔ عالمِ تحیّر میں ہوں اور ڈر رہے کہ قیامت کے دن اِس مُنہ کو کیونکر سامنے کرسکوں گا بڑی شرمندگی ہے۔"

اس کے بعد ملک المشائخ نے فرمایا کہ رات وہیں پوری کی۔ دیکھا کہ وقت افطار کچھ دودھ اور کچھ خرمے ایک طباق میں سجے ہوئے اُن بزرگ کے سامنے آئے۔ خرمے شمار میں دس تھے۔ ارشاد کیا کہ میرے واسطے ہر روز صرف پانچ خرمے آیا کرتے تھے۔ آج یہ دس تمہاری وجہ سے بھیجے گئے ہیں۔ آؤ دودھ پیو اور روزہ افطار کرو۔ میں نے ادب سے اپنے سر کو زمین پر رکھا اور اُس کھانے کو کھا لیا۔ بعد ازاں وُہ شیخ اپنے عالم میں مشغول ہو گئے۔ اتنے میں بدخشاں کا خلیفہ آیا اور سجدۂ تعظیم کر کے کھڑا ہو گیا۔ سوال کیا "کیا حاجت لاتے ہو؟" بولا کہ والیٔ سیوستان نے میرا مال غصب کر لیا ہے۔ اجازت دیجیئے کہ اس کا مقابلہ کروں۔" حضرتؒ مسکرائے اور سامنے پڑی ہوئی ایک لکڑی کو سیوستان کی طرف کر کے گویا ہوتے کہ میں مارے دیتا ہوں۔ خلیفہ یہ سن کر چل دیا۔ کچھ زمانہ نہ گزرا تھا کہ لوگ اُس کا مال لیکر آئے اور قصہ سُنانے لگے کہ والیٔ سیوستان دربارِ عام میں بیٹھا احکام جاری کر رہا تھا کہ ایک لکڑی دیوار میں نمودار ہوئی اور لیے زور سے اس کی گردن پر پڑی کہ گردن جُدا ہو گئی۔ اس کے بعد آواز آئی کہ یہ شیخ عبدالواحد بدخشانی کا ہاتھ تھا۔ جس نے اس کو ہلاک کیا۔

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ میں چند روز اور اُن کی صحبت میں رہا۔ آخر اجازت عنایت ہوئی۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہو گئے۔

۱۴ شعبان ۶۵۵ھ

کراماتِ اولیاء

دولت قدم بوسی میسر آئی۔ شیخ ابوالغیث یمنی اور شیخ سعدالدین حمویہ کی بزرگی کا ذکر ہو رہا تھا۔ فرمایا شیخ ابوالغیث یمنی الحسینی بڑے صاحب باطن شخص تھے۔ انہوں نے شیخ یوسف الحسینی، شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ فریدالدین عطار۔ اور شیخ عثمان ہارونی قدس اللہ اسرارہم جیسے مشائخ کو دیکھا تھا۔ ایک دفعہ یمن پر تاتاری مغل چڑھ آیا۔ خواجہ ابوالغیث صومعہ میں تشریف فرما تھے۔ خلیفہ شہر نے حال عرض کیا۔ آپ نے اپنی قمچی نکالی اور کہا آج رات کو اسے ان کافروں کے لشکر کے پاس جلانا۔

خلیفہ نے تعمیل ارشاد کی۔ لکڑی کا جلانا تھا کہ ان حملہ آوروں میں آپس میں لکڑی چل گئی۔ ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگا۔ آخر معلوم ہوا کہ کوئی سبز پوشوں کی جماعت آئی تھی جس نے ان میں یہ کھلبلی مچا دی۔ جب صبح ہوئی تو مغلوں کا ایک شخص بھی زندہ نہ تھا۔

اس کے بعد اسی محل میں ارشاد کیا کہ شیخ قطب الدین بختیار کاکی سے نقل ہے کہ ایک دفعہ وہ اور شیخ جلال تبریزی اور شیخ بہاؤالدین زکریا ملتان میں مقیم تھے کہ وہاں کا حاکم قباچہ نامی اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مغل شہر کے قریب آ گئے ہیں۔ فرمایئے کیا کروں؟ شیخ قطب الدین کے پاس ایک تیر تھا۔ وہ آپ نے اُسے دے کر کہا کہ جاؤ اور اسے اُن کے لشکر کی طرف پھینک دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ تمام مغل بھاگ گئے۔

پھر ارشاد کیا: یمن میں ایک دفعہ مینہ نہ برسا۔ کھیتیاں خشک ہو گئیں اور مخلوق قحط سے مرنے لگی۔ خلیفہ تمام اہل یمن کے ساتھ شیخ ابوالغیث کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض

کی کہ حضور دعائے باراں کیجئے۔ فرمایا کل میری نماز گاہ میں آؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شیخ الوالمغیث تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ کر خدا کی حمد و ثنا کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھ کر آپنے آسمان کی طرف نظر کی اور بولے "اے میرے اللہ! اگر میری اطاعت تیری جناب میں مقبول ہے تو بارانِ رحمت نازل فرما" ان کلمات کا زبان سے نکلنا تھا کہ فوراً بارش آ گئی اور ایسی برسی کو پانچ چھ روز تک نہ رکی۔ لوگ قسمیں کھاتے تھے کہ ایسا پانی ہم نے مدت العمر نہیں دیکھا۔ اس کے بعد اُن کا انتقال کا حال بیان فرمایا کہ شیخ نماز فجر پڑھ کر حسبِ معمول مصلے پر بیٹھے ہوئے تھے اور ایک شخص خدمت میں حاضر تھا اشراق ادا کر کے مردِ حاضر کو حکم دیا کہ غسال کو بلا لاؤ اور جامہ و خوشبو مہیا رکھو۔ غسال کو طلب کر لیا گیا اور سب چیزیں بھی آ گئیں۔ بعد ازاں کہا کہ مجھے تنہا چھوڑ دو کہ شہسوارانِ حق آئیں۔ پھر سورہ یٰسین پڑھنی شروع کی۔ جب اس مقام پر پہنچے فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ تو جان دوست کے حوالے کر دی۔ گوشہ دیوار سے آواز آئی کہ "دوست دوست سے پیوست ہو گیا" یہ فرما کر شیخ الاسلام ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے جب ہوشیار ہوئے تو یہ مثنوی زبان مبارک پر آئی ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

اس کے بعد انہی غلبات شوق کی حالت میں ارشاد کیا کہ جب حضرت موسیٰ صلوات اللہ وسلامہٗ علیہ کی عمر پوری ہونے کو تھی تو آپ ایک دن گھر سے باہر کہیں پھر رہے تھے کہ ملک الموت سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ کو سلام کیا۔ آپنے جواب دیکر پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا

"ملک الموت"۔ آپ اس وقت ذوق و شوق میں تھے۔ ہاتھ بڑھا کر ایسا طمانچہ مارا کہ ملک الموت نے راہِ فرار اختیار کی اور بولے بابا اب نہیں آؤں گا۔ اپنی جگہ پہنچ کر حضرت عزرائیل سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے۔ الٰہی! تو نے مجھے کس کے پاس بھیجا تھا۔ اگر میں وہاں سے نہ بھاگتا تو خود میری جان خطرے میں تھی۔ جواب ملا اے ملک الموت! میرے اور میرے محبوبوں کے درمیان غیر دخل نہیں پا سکتا۔ میں جانوں اور میرا دوست جانے۔

مہتر موسیٰ علیہ السلام کی سُنیئے کہ اس کے دوسرے دن نماز پڑھ کر بیت المقدس کی طرف رُخ کیے بیٹھے تھے۔ مہتر جبرائیل آئے اور انہوں نے سلام کرکے حضرت موسیٰؑ کو ایک بہشتی سیب دیا۔ اس کے سونگھنے سے بوئے دوست دماغ میں پہنچی۔ یہ چیخ ماری اور جان دیدی۔ شیخ الاسلام اس واقعے کو ختم کرکے آب دیدہ ہوگئے اور اُن کے رونے نے حاضرین پر ایسا اثر کیا کہ سب بے تابانہ آہ و بکا کرنے لگے۔ شیخ الاسلام کی حالت اور بڑھی۔ بار بار یہ شعر زبان مبارک پر آتا تھا۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

اسی گفتگو میں فرمایا کہ کوئی بزرگ اپنے احباب کے ساتھ روضۂ مہتر موسیٰؑ کی زیارت کو گئے

۱؎ ملک الموت اور حضرت موسیٰؑ کا قصہ ظاہری آنکھ سے دیکھنے اور ظاہری عقل میں آنے کے قابل نہیں ہے۔ یہ عالم مثال کی باتیں ہیں۔ جو فضیلت آدمی کو سب مخلوقات پر دی گئی ہے اس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں پر جناب انسان کا اور اپنی ذات پاک کا تعلق و تقرب ظاہر کرے۔ اس پر اس قصے کو محمول کرنا اور شانِ انسانیت کو دیکھنا چاہیے۔

(مترجم)

اُس میں سے آواز سنائی دی رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ کہا کہ یہ عشق ہے کہ زندگی اور موت دونوں صورتوں میں قائم رہتا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ قیامت کے دن بھی حضرت موسیٰ کنگرۂ عرش پکڑ کر یہی فریاد کریں گے۔ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ اور اس وقت اگر فرشتوں نے انہیں نہ تھاما تو زیادتیٔ اشتیاق کے سبب قیامت پر قیامت آجائے گی۔ اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے میری طرف رُخ کیا اور فرمایا طالب کو چاہیئے کہ مطلوب کے عشق و محبّت میں ہر لمحہ مستغرق رہے اور اُس کی یاد کبھی دل سے محو نہ کرے۔ ہر آن اسے ترقی دے۔ اسی اثنا میں کئی دفعہ جھوم جھوم کر مثنوی مذکورہ کو دُہرایا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک جوان کا وقت آخر آیا۔ یہ واصلانِ حق میں سے تھے۔ جب ملک الموت اُن کی روح قبض کرنے کے لئے روانہ ہوئے تو مشرق، مغرب، جنوب، شمال سب چھان مارا۔ کہیں پتہ نہ پایا۔ واپس آئے اور سجدۂ خداوندی بجا لا کر عرض گزار ہوئے کہ الٰہ العالمین! وُہ جوان تو مجھے ملتا ہی نہیں۔ فرمان ہوا جاؤ فلاں فلاں خرابے میں دیکھو۔ وہاں بھی موجود نہ تھے۔ دوبارہ حاضر ہو کر اطلاع دی۔ ندا آئی ملک الموت! میرے پیاروں کی جان تم نہیں نکال سکتے۔ وہ تو میرے نام، میری یاد، میری تمنا پر مرجاتے ہیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ شیخ الاسلامؒ چشم پُر آب ہو کر پھر اسی مثنوی کو دوہرانے لگے ؎

درکوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

پھر ارشاد ہوا کہ جب میرے بھائی شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کا انتقال ہونے کو تھا تو اُن کے صاحبزادے شیخ صدرالدین عارفؒ دروازے کے باہر ایستادہ تھے۔ کسی شخص نے

آکر اُن کے ہاتھ میں ایک خط دیا اور کہا اسے کھولے بغیر اسی طرح اپنے والد ماجد کو پہنچا دیں۔ شیخ صدرالدین نے خط پر نام دیکھا تو رو رو کر فرمانے لگے میں نے پہچان لیا۔ تم ملک الموت ہو۔ جواب دیا ہاں۔ فرمایا! خود کیوں نہیں جاتے؟ کہا یہ کام آپ ہی سے لیا جائے گا۔ میرا اتنا فرض تھا کہ خط آپکے حوالے کر دوں۔

صدرالدین اندر گئے۔ شیخ بہاؤالدین عبادت میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوئے تو شیخ صدرالدین نے خط پیش کیا۔ شیخ نے اُسے کھولا اور اُس کے مطالعے سے مشرف ہو کر سجدہ کیا اور جان دے دی۔ غیب سے آواز آئی "دوست بہ دوست پیوست"۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلامؒ نے نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے اور کہا کہ ایک دن ہم بھی اپنے دوست کے پاس جائیں گے اور پھر یہ بیت پڑھی ؎

درکوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند　　کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

اس موقعہ پر شیخ سعدالدین حمویہ کی حکایت سُنائی۔ فرمایا یہ صاحب بڑے بزرگ تھے۔ کسی مسجد میں گئے اور وہاں چند دن مقیم رہے۔ اس شہر کے اکثر مسلمان امراض میں مبتلا تھے۔ آپنے فرمایا سب کو میرے پاس لاؤ۔ ہاتھ پھیر دیتے اور خدا تعالیٰ اس کی برکت سے بیمار کو اچھا کر دیتا۔ اسی طرح کئی ہزار آدمی صحت یاب ہو گئے۔ وہاں سے غزنی گئے غزنین میں بھی بہتیروں کو ان کے طفیل دوبارہ زندگی ملی۔ پھر شیخ سعدالدینؒ اوچ پہنچے جب ان کا وقت آخر قریب آیا تو انتقال کے دن اُن کے تمام دوست احباب اُس جگہ جہاں یہ ٹھہرے ہوئے تھے آن جمع ہوئے۔ آپ نے روبقبلہ ہو کر سورۃ البقرہ شروع کی۔ اشراق تک قرآن شریف ختم ہو گیا۔ اس کے بعد سجدہ کیا اور جان دیدی۔ اس کے بعد شیخ الاسلام پھر چشم پُرآب ہو گئے اور وہی بیت زبان پہ آنے لگی ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

پھر فرمایا کہ شیخ سیف الدین باخرزیؒ کا قاعدہ تھا کہ جس جگہ نماز عشاء پڑھتے اُسی جگہ سو جاتے۔ جب ایک ثلث شب گزر جاتی تو اٹھ بیٹھتے۔ امام و مؤذن حاضر رہتے تھے صبح تک خوب اللہ اللہ کرتے اسی طرح عمر بسر ہو گئی۔

بعد ازاں ارشاد ہوا۔ ایک شخص نے بخارا میں خواب دیکھا کہ کوئی روشن شمع دروازہ بخارا سے باہر جاتی ہے۔ بیدار ہو کر کسی بزرگ سے تعبیر لینے گئے۔ بزرگ نے کہا کوئی صاحبِ نعمت فوت ہونے والا ہے۔

پھر ارشاد کیا شیخ سیف الدین باخرزیؒ نے بھی ایک دفعہ اپنے پیر کو خواب میں دیکھا کہ بڑا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے بعد قریباً ہفتہ بھر تک فراق و وداع کا ذکر بار بار شیخ سیف الدینؒ کی زبان پر آتا رہا۔ خلق حیران تھی کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ آخر خود فرمایا کہ اے مسلمانو! میرے مرشد نے مجھے طلب کیا ہے اور میں جاتا ہوں یہ کہہ کر مکان میں چلے گئے۔ اُس رات کو کہ جس میں رحلت ہونے والی تھی سب احباب جمع ہوئے اور مشعل جلائی گئی۔ شیخ سیف الدین نے ہجر یار میں کچھ حصہ شب گزارا کہ ایک بزرگ کمبل پوش سیب ہاتھ میں لیے تشریف لائے اور راد سیب اُسے شیخ کے سامنے پیش کیا۔ اس کا سونگھنا تھا کہ جاں بحق تسلیم ہو گئے۔ شیخ الاسلام پھر چشم پُر آب ہوئے اور وہی شعر پڑھنے لگے ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

یہاں تک کہ شیخ بدرالدینؒ اور مولانا اسحٰقؒ کو حکم ہوا کہ تم اس مثنوی کو کہو۔ انہوں نے تعمیل کی۔ تین دن رات کیفیت طاری رہی بعد ازاں عالم صحو میں آ گئے۔ اَلْحَمْدُ

لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۲۵, شعبان ۶۵۵ھ

سلوک راہ طریقت

دولت پائے بوسی نصیب ہوئی۔ چند درویش شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے آئے ہوئے تھے اور سلوک پر بحث ہو رہی تھی۔ شیخ الاسلام نے فرمایا۔ راہِ طریقت محض تسلیم و رضا کا نام ہے۔ اگر کوئی گردن پر تلوار رکھ دے تو بھی نارضامند نہ ہو اور دم نہ مارے۔

پھر ارشاد ہوا کہ جس کی یہ کیفیت ہو اسے درویش جانو۔ اسی اثناء میں ایک ضعیف شخص حاضرِ خدمت ہوا۔ چشم گریاں۔ دل بریاں۔ تعظیم بجا لایا۔ شیخ نے فرمایا۔ قریب آؤ۔ جب اس نے تعمیل ارشاد کی تو پوچھا "کیا حال ہے؟" ضعیف نے کہا اے میرے آقا بیس سال ہو گئے کہ بیٹے کی جدائی کی تکلیف سہہ رہا ہوں۔ معلوم نہیں مر گیا یا جیتا ہے شیخ الاسلام نے مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر ارشاد کیا۔ جا تیرا بیٹا آ گیا۔ ضعیف خوش خوش چل دیا۔ گھر پہنچے کچھ عرصہ نہ گزرا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ضعیف نے آواز دی کون ہے؟ جواب ملا فلاں ابنِ فلاں۔ ضعیف باہر نکل آیا اور بیٹے کو گلے سے لگا کر اندر لے گیا اور دریافت کیا اتنے زمانے سے کہاں تھا؟ کہا یہاں سے ڈیڑھ ہزار کوس کے فاصلے پر۔ پوچھا پھر آج یہاں کیسے آ گیا؟ بولا میں دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ یکایک میرے دل میں تمہارا خیال پیدا ہوا اور وہ تکلیف کی حد تک بڑھ گیا رو رہا تھا ناگہاں ایک خرقہ پوش سفید رنگ بزرگ پانی سے نمودار ہوئے اور فرمانے لگے کہ کیوں روتا ہے؟

میں نے حال بیان کیا۔ کہا اگر ہم تجھے ابھی پہنچا دیں تو تو کیا کرے ہ مجھے یہ امر بہت مشکل معلوم ہوا۔ اِن درویش نے کہا لاؤ اپنا ہاتھ مجھے دو اور آنکھیں بند کر لو۔ میں نے ایسا ہی کیا دیکھتا کیا ہوں کہ گھر کے دروازے پر کھڑا ہوں۔

بڑے میاں سمجھ گئے کہ وُہ بزرگ حضرت شیخ الاسلامؒ ہی تھے۔ فوراً حاضرِ خدمت ہو کر قدم بوس ہوئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی طاعت یا وِرد بندے سے فوت ہو جائے تو اُسے اس کی موت تصور کرنا چاہیئے۔ پھر ارشاد ہوا جب میں شیخ یوسف چشتیؒ کی خدمت میں تھا ایک صوفی اُن کے پاس آیا اور تعظیم بجالا کر بولا۔ آج شب کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ کوئی کہتا ہے تیری موت نزدیک آ گئی۔ شیخ یوسف چشتیؒ نے پوچھا کہ کل تجھ سے کوئی نماز قضا ہو گئی تھی؟ اُس نے سوچ کر جواب دیا۔ "بے شک" تعبیر دی کہ موت سے اشارہ اسی کی طرف تھا۔ صاحب وِرد سے کسی وِرد کا چھوٹ جانا اس کی موت کے برابر ہوتا ہے۔ چنانچہ روایت ہے کہ ایک زمانے میں قاضی رضی الدینؒ سورۂ یٰسین کا وظیفہ پڑھتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن ناغہ ہو گیا۔ شام کو گھوڑے پر سوار جا رہے تھے کہ گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور آپ ایسے زور سے گرے کہ پائے مبارک ٹوٹ گیا۔ غور کیا تو مندرجہ بالا قصور کھلا کہ اُس روز سورۂ یٰسین نہ پڑھی تھی۔

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے ارشاد کیا کہ اہلِ وِرد کو مناسب ہے کہ جو کچھ وُہ پڑھتا ہو اسے اگر دن کے وقت نہ پڑھ سکے تو رات کو پڑھ لے۔ ہرگز ہرگز ترک نہ کرے۔ کیونکہ اس کا اثر اس سے گذر کر تمام شہر والوں پر پڑتا ہے۔ ایک کے ساتھ بہت سی خلق اللہ کی شامت آ جاتی ہے۔ پھر اسی گفتگو کے تحت میں فرمایا کہ ایک زمانے میں ایک سیاح دُعا گو کا مہمان تھا اس نے مجھے دمشق کا حال سُنانا شروع کیا کہ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے اُسے تباہ و برباد پایا

میں سے زیادہ خوش گھر نظر نہ آئے۔ تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا کہ وہاں کے اکثر مسلمان صاحب ورد تھے۔ ایک دفعہ اُن میں سے اکثر نے معمول میں کوتاہی کی۔ پس پورا سال نہ گزرا تھا کہ مغل چڑھ آئے اور سب کو تہس نہس کر گئے۔

اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے کہا کہ حضرت شیخ معین الدین سنجریؒ کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی اُن کے ہمسایوں میں انتقال کرتا اس کے جنازے کے ہمراہ جاتے اور لوگوں کے واپس چلے آنے کے بعد تک اس کی قبر پر بیٹھے رہتے اور جو کچھ ایسے موقع کے لیے مقرر کر رکھا تھا پڑھتے۔

ایک مرتبہ اسی طرح ایک جنازے کے ساتھ جانا ہوا۔ اس کے متعلقین کے واپس آجانے کے بعد قبر پر پڑھتے تھے۔ شیخ الاسلام خواجہ قطب الدین اوشیؒ کا بیان ہے کہ میں ہمراہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ بار بار چہرہ مبارک متغیر ہو جاتا تھا۔ آخر یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے کہ الحمد للہ بیعت خوب چیز ہے۔ شیخ الاسلامؒ نے مطلب دریافت کیا۔ فرمایا کہ جس وقت اس آدمی کو دفن کیا گیا تو فوراً عذاب کے فرشتے آگئے۔ چاہتے تھے کہ اپنا کام شروع کریں۔ یکایک شیخ عثمان ہارونیؒ نمودار ہوئے اور بولے یہ میرا مرید ہے۔ ان الفاظ کا زبان شیخ سے نکلنا تھا کہ فرشتوں کو حکم ہوا کہ شیخ سے کہہ دو کہ اس نے تمہاری مخالفت کی تھی۔ خواجہ نے فرمایا "کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر اس نے مجھے بُرا بھلا کہا تو اپنے تئیں پہلے بھی تو میرے باندھا تھا۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ اس پر سختی ہو"۔ ندا آئی کہ "فرشتو! جانے دو اور شیخ کے مرید کو چھوڑ دو۔ میں نے اُسے بخشا"۔ یہ کیفیت بیان فرما کر حضرت شیخ الاسلامؒ چشم پُرآب ہو گئے اور کہنے لگے: "کسی کا ہو جانا بڑی بات ہے"۔ اور یہ مثنوی زبان پر آئی ہے

گر نیک شوم مرا از ایشاں گیرند ۔۔۔ ور بد باشم مرا بدیشاں بخشند

ایک دن شیخ الاسلام پر کیفیت طاری ہوئی۔ حاضرین کی طرف خطاب کر کے فرمایا اگر

اس وقت قوّال ہوتے تو ہم کچھ سنتے۔ اتفاق سے اُس روز قوال موجود نہ تھے۔ مولانا بدرالدین اسحٰق اُن مکتوبات اور رقعات کو جو خریطے میں تھے ملاحظہ کر رہے تھے۔ ایک خط نکل آیا جسے انہوں نے حضرت شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ فرمایا تم خود پڑھو۔ مولانا ایستادہ ہو گئے اور پڑھنے لگے۔ "فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندۂ درویشان است واز سر و دیدہ خاکِ قدمِ ایشاں"۔ اس قدر سنا تھا کہ شیخ الاسلامؒ کو وجد ہو گیا اور یہ رباعی پڑھنے لگے ؎

آں عقل کجا کہ از کمالِ تو رسد وآں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد

شیخ الاسلامؒ پر اسی حالت میں ایک رات دن گزر گیا۔ اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے حضرت خواجہ قطب الاقطابؒ کی حکایت کہنی شروع کی۔ فرمایا شیخ قطب الدینؒ اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ ملاقی ہوئے اور آپس میں اپنی اپنی سیاحت کا حال بیان کرنے لگے۔ دعا گو ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ نے کہا کہ جب میں تزش کی جانب جا رہا تھا تو راستے میں بہت سے بزرگوں سے نیاز حاصل ہوا۔ اُن میں ایک بزرگ کو دیکھا جو غار میں رہتے تھے میں نے ان کے پاس جا کر قدم بوسی کی۔ جب میں پہنچا ہوں تو وہ نماز میں مصروف تھے مجھے تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑا۔ جب نماز پڑھ چکے تو میں نے سلام کیا۔ جواب دیا علیکم السّلام یا شیخ جلال الدین! میں متحیر ہوا اور حیران رہ گیا کہ یہ میرا نام کیونکر جان گئے۔ رازِ دل کو سمجھ کر بولے۔ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ۔ جس نے تجھے مجھ تک پہنچا دیا۔ اُسی نے تیرا نام بھی مجھے بتا دیا۔

میں نے زمین چومی۔ حکم کیا۔ بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ وہ بزرگ کہنے لگے کہ ایک مرتبہ میں صفاہان میں تھا۔ میں نے ایک درویش کو دیکھا۔ نہایت باعظمت کوئی پچپن سال کے

قریب عمر تھی - خواجہ حسن بصریؒ کے نواسوں میں سے تھے۔ مسلمان یا نا مسلمان جس کسی کو کچھ ضرورت پڑتی۔ اُن کا خیال کرتا۔ امداد طلبی کے لئے پاس تک نہ پہنچا کہ کام ہو جاتا۔ پھر کہا مجھے بہت بزرگوں نے پند و نصائح کئے ہیں۔ لیکن آخری شخص جس کا قول میرے دل سے محو نہیں ہوتا خواجہ شمس العارفین تھے۔ انہوں نے فرمایا" درویش اگر چاہتا ہے کہ خدا تک پہنچے اور اُس کا قرب حاصل کرے تو اُسے لازم ہے کہ دنیا سے بیزار ہو جائے اور اہل دنیا سے دُور رہے۔ کیونکہ درویش کے لیے سب سے زیادہ مضر شے دنیا اور اہلِ دنیا کی محبت ہے۔ غرضیکہ اے جلال الدین! خدا والوں نے جب سب کو چھوڑ دیا تو اُس وقت خدا کو پایا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ میں ایک روز و شب اُن کی خدمت میں رہا۔ افطار کے وقت میں نے دیکھا کہ دو جَو کی روٹیاں عالم غیب سے ظاہر ہوئیں۔ اِن بزرگ نے ایک میرے آگے رکھ دی اور کہا کہ افطار کرلو اور پھر فلاں گوشے میں بیٹھ کر مشغول عبادت ہو جاؤ۔ جب ایک ثلث رات گذر گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ سبز کمبل کا لباس پہنے ہوئے اور سات شیروں کو اردگرد لیے ہوئے آئے اور ہمارے شاہ صاحب کے سامنے بیٹھ گئے۔ مجھے لرزہ چڑھا کہ الٰہی یہ کون بزرگ ہیں جو شیروں سے محبت کرتے ہیں۔ وہ قرآن شریف پڑھنے لگے۔ جب ایک بار ختم کر چکے تو اٹھ کھڑے ہوئے اور وضو کیا اور پھر اوّل سرے سے تلاوت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ میں بھی اُن کے پاس جا پہنچا اور نماز میں شریک ہوا۔ بعد نماز میرے میزبان بزرگ نے مجھے بتایا کہ یہ شیروں والے درویش حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ کیا تم ان سے ملنا چاہتے ہو؟ میں نے یہ سنتے ہی اُن سے دوبارہ مصافحہ کیا۔ بڑی شفقت سے پیش آئے اور بالآخر معہ شیروں کے واپس چلے گئے۔

میں نے رخصت چاہی۔ ان بزرگوار نے کہا کہ اے جلال! جاتے ہو تو جاؤ۔ لیکن دیکھو۔

بندگانِ خدا کی خدمت گزاری سے کبھی غافل نہ ہونا۔ اپنے تئیں اُن کا غلام بنائے رکھنا اچھا اب تم ایک ایسی جگہ پہنچو گے جہاں دریا بہتا ہوگا۔ وہاں اگر تمہیں دو شیر ملیں اور کسی نقصان کے درپے ہوں تو میرا نام لے دینا۔ پھر کچھ نہ کہیں گے۔ شیخ جلال الدین فرماتے تھے کہ اس کے بعد میں زمین نیاز چوم کر روانہ ہوگیا جب میں اس مقام پر پہنچا تو واقعی دونوں شیر موجود پائے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ دونوں غرائے اور میری طرف لپک پڑے، مگر میں چلایا کہ میں فلاں فلاں بزرگ کے ہاں سے آرہا ہوں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ شیر سر کو میرے قدموں پر رکھ کر ملنے لگے اور پھر خاموشی سے واپس چلے گئے اور میں بسلامتی وہاں سے نکل آیا۔

یہاں تک بیان کر کے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جب شیخ جلال الدین اپنے سفر کا حال کہہ چکے تو شیخ قطب الدین کی باری آئی۔ ارشاد ہوا کہ شروع شروع میں میں ایک شہر میں پہنچا۔ اُس میں ایک درویش رہتے تھے۔ اُن کے مسکن کے قریب ایک مسجد تھی جو بہت خستہ ہو رہی تھی اور اُس میں ایک منارہ تھا جو ہفت منارہ کہلاتا تھا، مگر تھا وہ ایک ہی۔ اُس پر چڑھ کر جو دُعا کی جاتی تھی۔ اس کی بابت لوگوں کا خیال تھا کہ ایک دعا کا اثر سات دعاؤں کے برابر ہوتا ہے اور اگر فلاں فلاں دعا وہاں بیٹھ کر پڑھی جائے تو خواجہ خضر سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ القصہ میں اس مسجد میں پہنچا اور دوگانہ ادا کر کے اس منارے پر چڑھ گیا اور اُس دعا کو پڑھ کر نیچے آیا۔ تھوڑی دیر انتظار کرتا رہا کہ اب خواجہ خضر علیہ السلام آتے ہوں گے۔ مگر خواجہ خضر آئے نہ کوئی اور۔ آخر نا امید ہو کر دروازے سے باہر قدم رکھنے ہی کو تھا کہ ایک صاحب نظر آئے۔ جنہوں نے چھوٹتے ہی مجھ سے سوال کیا کہ اندر کیا کر رہے تھے؟ میں نے جواب دیا خواجہ خضر کا انتظار کر رہا تھا۔ دوگانہ نماز کا پڑھا، دعا کا وِرد بھی کیا۔ مگر وہ دولت میسر نہ آئی۔ اب گھر جاتا ہوں۔ مستفسر نے کہا کہ خواجہ خضر سے تمہیں کیا کام ہے۔ وہ بھی تمہاری طرح سرگرداں

پھرتے ہیں لیکن اندر گھسنے نہیں پاتے۔ میری اور مستنصر کی اتنی ہی باتیں ہوئی تھیں کہ یکایک ایک سبز پوش شخص نظر آئے۔ مستنصر نے آگے بڑھ کر ان کے پیر چومے۔ انہوں نے میری بابت دریافت کیا کہ یہ دنیا چاہتا ہے یا کوئی اور چیز؟ مستنصر نے کہا صرف آپ کی ملاقات۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔

گفتگو ہو رہی تھی کہ اذان کی آواز آئی چاروں طرف سے خود بخود درویش نمودار ہونے شروع ہو گئے۔ ایک نے تکبیر کہی۔ ایک آگے کھڑا ہو کر امامت کرنے لگا۔ تراویح کا زمانہ تھا، بارہ سیپارے پڑھے۔ میرے دل میں خیال گزرا کہ کاش اور زیادہ پڑھے جاتے، مگر خیر نماز ختم ہوئی اور ہر شخص جدھر سے آیا تھا ادھر چل دیا۔ میں بھی اپنی جگہ آ گیا۔ دوسری شب وضو کر کے پھر پہنچا۔ لیکن صبح تک بیٹھا رہا کوئی نظر نہ آیا۔ شیخ الاسلام اس قدر فوائد بیان کر کے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ حاضرین نے بھی اپنی اپنی راہ لی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۵ رمضان المبارک ۶۵۵ھ

فضائلِ رمضان

دولتِ قدم بوسی میسر آئی۔ عزیزانِ اہلِ صفا حاضر تھے۔ ماہِ صیام پر بحث چھڑ گئی۔ ارشاد ہوا یہ بڑا بزرگ مہینہ ہے۔ اس میں ابلیس لعین بند کر دیا جاتا ہے تاکہ مسلمان اس کے بہکانے سے محفوظ رہیں اور رحمت کے کل دروازے کھل جاتے ہیں۔ ہر ہر مسلمان کے ہاں ایک ایک فرشتہ طبق رحمت لانے کے لئے مقرر ہو جاتا ہے۔ روز و شب زمین و آسمان کے درمیان ان فرشتوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا

بندہ روزہ افطار کرے۔ فوراً اس پر ایک طبق رحمت ڈال دو۔ پھر ارشاد ہوا کہ روزہ بندے اور مولیٰ کے درمیان ایک سِر ہے۔ ہر عبادت کی جزا خدا کی طرف سے مقرر ہو گئی ہے لیکن روزے کے ثواب کا بجز خدا کے کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ خود فرمایا ہے۔ اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی جانتا ہوں کہ روزے کا ثواب کیا دوں گا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا۔ اس مہینے کے پہلے عشرہ کا نام رحمت، دوسرے کا مغفرت تیسرے کا نام آتش دوزخ سے رہائی ہے۔ پہلے عشرے میں بندے پر آسمان سے رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔ دوسرے عشرے میں مغفرت اور انعام اور بخشش ہے۔ اس میں کوئی لمحہ ایسا نہیں جاتا جس میں لاکھوں مسلمانوں کو حق تعالیٰ کی رضامندی نہ ملتی ہو۔ تیسرے عشرے میں وُہ تمام مسلمان جنہوں نے زندگی میں روزے رکھے ہیں دوزخ سے آزاد کر دیے جاتے ہیں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص رمضان شریف کی آمد سے خوش ہوتا ہے! اللہ تعالیٰ بھی اُسے پھر کسی وقت غمناک نہیں کرتا اور خیر و برکت اُس پر بڑھاتا ہے اور جو اس ماہ مبارک کے ختم ہونے سے رنجیدہ ہوتا ہے حق سبحانہٗ تعالیٰ اُسے دونوں جہان کی مسرّت بخشتا ہے بعد ازاں فرمایا کہ رمضان کے روزے رکھنے کا ثواب ہزار سال کی عبادت کے برابر لکھا جاتا ہے اور اسی حساب سے اس کے گناہ بھی دُھلتے ہیں۔

شبِ قدر

پھر ارشاد ہوا کہ شبِ قدر آخر عشرے میں ہوتی ہے! انسان کو چاہیئے کہ اس زمانے میں غافل نہ رہے اور شبِ قدر سے فائدہ اٹھائے۔

اس کے بعد فرمایا۔ اہلِ باطن کے نزدیک ہر شب شبِ قدر ہے۔ اسے روز وہی نعمتیں ملتی ہیں جو عوام صرف شبِ قدر میں پاتے ہیں۔ تاہم مناسب یہی ہے کہ شب قدر کی خصوصیت سے قدر کی جائے۔

پھر فرمایا کہ خواجگان کا قاعدہ تھا کہ رمضان کی ہر شب کو تراویح میں ایک قرآن ختم کرتے تھے اور شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ تو دو دو قرآن ختم کرتے تھے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ دعا گو مغرب کی طرف سفر کر رہا تھا کہ رمضان کا مہینہ آ گیا۔ میں نے مسجد امام حدادی میں قیام کیا۔ وہاں ایک بڑے باعظمت بزرگ تھے جن کا نام شیخ عبداللہ محمد بافرزی تھا۔ وہ اس مسجد میں امامت کرتے تھے۔ انہوں نے ایک ایک شب میں تین تین قرآن اور مزید چار چار سپارے سنائے۔ چنانچہ دعا گو نے بھی مہینہ بھر خوب ثواب حاصل کیا۔ چلتے وقت فرمایا "اس طرح محنت و مجاہدہ کیا جاتا ہے۔ تب کہیں کام بنتا ہے۔ اہلِ صفہ کا قول ہے کہ یہ راہ بغیر مجاہدے کے طے نہیں ہو سکتی"

پھر ارشاد ہوا کہ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے ستر سال خدائے عزوجل کی عبادت کی۔ کئی کئی دن پانی نہ پیتے تھے اور کئی کئی دن کھانا نہ کھاتے تھے۔ جب اتنی تکلیفیں اٹھائیں تو حضوری ملی اور جس وقت حضوری ملی اس وقت ہاتف کی آواز آئی کہ ابھی آلائشِ دنیا باقی ہے۔ جب تک اسے دور نہ کرو گے آگے نہ بڑھ سکو گے۔ عرض کیا کہ الٰہ العالمین اب میرا تو کسی چیز سے بھی تعلق نہیں۔ جواب ملا کہ پوستین اور کوزے کو دیکھو۔ حضرت بایزیدؒ نے اس سے بھی دست کشی کر لی پھر اور بار پایا۔ شیخ الاسلام اتنا بیان کر کے رونے لگے اور ارشاد فرمایا "بایزیدؒ ایک پوستین اور کوزے کے ہونے کے سبب روک دیئے گئے۔ لوگ اس قدر دنیا کے جنجالوں میں پھنس کر کیوں کسی بات کی امید کریں"۔ اس

کے بعد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ ہے میں روز شب کی تراویح میں ختم قرآن کیا کروں گا۔ کوئی ہے جو میرا ساتھ دے ؟ کل حاضرین نے سر تسلیم زمین پر رکھ دیا اور کہا کہ زہے سعادت۔ پھر شیخ الاسلام نے ایک شب میں دو دو قرآن ختم کرنے شروع کیے۔ فی رکعت دس دس پارے پڑھے جاتے اور تھوڑی رات رہے فارغ ہوتے۔ اس رمضان میں دعاگو بھی برابر حاضر رہا۔

کشف وکرامات

اس کے بعد کشف وکرامات کا تذکرہ ہونے لگا فرمایا ایک دفعہ دعاگو اور شیخ جمال الدین ؒ ساکن اوچ ایک جگہ جمع تھے۔ شیخ جمال الدین صاحب نعمت اور با قوت درویش تھے۔ ایک دن میں اُن کے پاس بیٹھا تھا چند قلندر کمر میں لوہے کی میخیں لگائے ہوئے آئے اور سلام کرکے شیخ مذکور کے پاس بیٹھ گئے۔ اِن قلندروں میں سے ہر ہر فرد نہایت اوندھے مزاج کا تھا۔ چنانچہ ان دنوں اتفاقاً جماعت خانہ شیخ میں وہی موجود نہ تھا۔ قلندروں نے اسی کو طلب کیا۔ شیخ نے میری طرف دیکھا اور میں نے شیخ کی طرف۔ اس خیال سے کہ کوئی تدبیر وہی پیدا کرنے کی کی جاتے۔ ندی قریب بہتی تھی۔ شیخ نے قلندروں سے کہا۔ وہی چاہیئے تو اس ندی میں گھس جاؤ اور جس قدر چاہو کھاؤ۔ قلندروں کو یہ بات بہت دشوار معلوم ہوئی۔ باہم زور میں آکر کھڑے ہو گئے اور پانی کے پاس پہنچے۔ نظر اٹھا کر کیا دیکھتے ہیں کہ سب دہی ہی دہی ہے خوب شکم سیر ہوئے۔ شیخ جمال الدین ؒ نے درویشوں کی طرف رُخ کیا اور فرمایا اب خانقاہ کے اندر چلے جاؤ اور آرام کرو۔

پھر اسی سلسلے میں فرمایا کہ ایک بزرگ نے یہ حکایت سُنائی کہ شیخ جمال الدین ؒ کی خدمت میں کوئی آدمی حج کرکے آیا اور سر نیاز زمین پر رکھ کر عرض کرنے لگا کہ میں نے حضور کو حج میں

طواف کرتے دیکھا تھا۔ شیخ نے جھنجھلا کر کہا "نادان! فقیروں کا حال فاش کرتا ہے۔ چپ رہ۔ مردانِ خدا مکلی میں رہتے ہیں۔ یہ بات کیا بڑی ہوئی۔ ہمارے سامنے اس وقت کعبہ موجود ہے۔ اگر ہم چاہیں تو پلک جھپکنے میں مشرق سے مغرب تک پھر آئیں" اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر کہا "آنکھیں بند کر" اُس نے آنکھیں بند کر لیں دیکھتا کیا ہے کہ شیخ کوہ قاف میں اُس فرشتے کے پاس جو وہاں کا مؤکل ہے۔ تشریف رکھتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں اپنے مقام پر آگئے۔ بہت قائل ہوا اور یہ کہتا ہوا چل دیا کہ "ہاں! بیشک خدا کے دوستوں کو خدا کے سوا کوئی نہیں پہچان سکتا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شیخ جمال الدین کو کسی وقت کسی نے نماز میں نہیں دیکھا۔ نماز کا وقت آتا اور وہ غائب ہو جاتے۔ آخر بھید کھلا کہ خانہ کعبہ میں نماز ادا کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام یہ بیان کر ہی رہے تھے کہ ایک بوڑھا جوگی جس نے اچھے اچھے مجاہدے کئے تھے کسی دور دراز جگہ سے آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس پر حضرت کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سر جھکا کر اُونچا نہ کر سکا۔ یہاں تک کہ خود حضرت کی نظر پڑی اور حضرت نے باآواز بلند فرمایا "سر اٹھاؤ" تب اس نے سر اٹھایا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ شیخ الاسلام نے پوچھا کہ کہاں سے آیا ہے اور کیا حال ہے؟ وہ مارے رعب کے کچھ جواب نہ دے سکا آپ نے پھر اپنے الفاظ دہرائے۔ مگر وہ بدستور صمٌ بکمٌ رہا۔ دو تین دفعہ کے اصرار پر آہستہ سے اتنا بولا کہ مجھ سے حضور کے سامنے بات نہیں ہو سکتی۔ اس پر شیخ الاسلام نے دعا گو کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ جوگی میرے پاس بڑے دعوے کر کے آیا تھا۔ جب اس نے سر زمین پر رکھا تو ہمارے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس کے سر کو زمین پکڑ لے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ ہرچند

سر اُٹھانا چاہتا تھا، مگر نہ اٹھا سکتا تھا اور اگر وُہ اپنے زعم و تکبّر سے تائب نہ ہوتا تو قیامت تک یوں ہی پڑا رہتا۔

پھر شیخ الاسلام اس کی طرف متوجہ ہوتے اور استفسار کیا کہ جوگی جی! تم نے اپنا کام کس حد تک پہنچایا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کا کمال یہ ہے کہ ہوا میں اُڑنے لگتے ہیں۔ یہ بات میں حاصل کر چکا ہوں۔ ارشاد ہوا "اچّھا اُڑو۔ ہم بھی تماشا دیکھیں گے"۔ جوگی کے اڑتے ہی شیخ الاسلام نے اپنی نعلین کی طرف اشارہ کیا اور بحکم الٰہی سے اُڑ کر جوگی کے سر پہ پہنچیں اور تڑ تڑ آواز دینے لگیں۔ آخر جوگی گھبرا کر اُتر آیا اور مُقر ہوا کہ جس شخص کی نعلین کا یہ مرتبہ ہے اُس کی کوئی کیا برابری کرے گا اور مسلمان ہو کر واصلانِ حق میں شامل ہو گیا

نئے رنگ میں آکر جوگی نے کہنا شروع کیا کہ عالم میں نیک و بد سب طرح کی اولاد پیدا ہوتی ہے۔ جس کا باعث والدین کا احکام مباشرت سے واقف و ناواقف ہونا ہے یہ ایک مفصل و طویل تقریر تھی۔ دُعا گو نے ایک دن اس حقیقت پر شیخ الاسلام سے وتشنی ڈلوانی چاہی۔ حضرتؒ نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ مولانا نظام الدین! خوب ہوا جو تم نے اس کو سیکھ لیا، مگر یہ تمہارے کس کام کا۔ واپس کر دو۔

اسی وقت ایک صاحب چند نفر درویشانِ صوف پوش کے ساتھ بیت المقدس سے وارد ہوئے اور شیخ الاسلام کے سامنے سر خم کیا۔ ارشاد ہوا "بیٹھ جاؤ"۔ بیٹھ گئے وُہ بزرگ بار بار چہرۂ مبارک کو دیکھتے اور نگاہ نیچی کر لیتے۔ آخر جب طاقتِ ضبط نہ رہی تو اٹھے اور حضرتؒ کے پیروں میں سر رکھ کر عرض کرنے لگے کہ اے مخدوم! آپکو میں نے بیت المقدس میں جاروب کشی کرتے دیکھا ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا سچ کہتے ہو'

مگر تم سے عہد جو ہوا تھا اُس کی بھی خبر ہے یا اُسے بھول گئے۔ تمہیں یہ راز کھولنا نہ چاہیئے تھا۔ درویش شرمندہ ہوئے کہ میں نے یہ کیا کر دیا۔ الغرض جب انفعال انتہا سے بڑھا تو حضرتؒ نے ارشاد کیا کہ اے عزیز! مردانِ خدا جس جگہ بیٹھتے ہیں وہیں خانہ کعبہ ہوتا ہے۔ وہیں عرش ہوتا ہے۔ وہیں کرسی ہوتی ہے اور جو کچھ خداوند تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اُنہیں سب دکھائی دیتا ہے۔ پھر انہیں حکم دیا کہ آنکھیں بند کرو۔ انہوں نے آنکھیں بند کریں۔ پھر فرمایا کھول دو۔ انہوں نے کھول دیں اور نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو کہا واقعی جو حضرتؒ نے فرمایا تھا وہ سب دکھا بھی دیا۔ شیخ الاسلام نے ان کو کلاہ عنایت کی اور سیوستان کی خلافت سے سرفراز فرما کر رخصت کر دیا۔ بعد میں اور مسافروں سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الاسلامؒ ہر روز ایک دفعہ بیت المقدس میں حاضر ہو کر جھاڑو دیتے ہیں۔

ان باتوں کے ہو چکنے پر شیخ الاسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں بیس سال عالمِ تفکر میں رہا ہوں۔ اوران بیس سالوں میں ہمیشہ کھڑا رہا ہوں چنانچہ تمام خون پیروں میں جمع ہو ہو کر نکلنے لگا تھا اور اس زمانے میں میں نے عہد کر لیا تھا کہ کبھی ٹھنڈا پانی یا لقمہ طعام نفس کو نہ دوں گا۔ شیخ الاسلام یہ کہہ رہے تھے کہ ایک درویش شہاب الدین غزنویؒ جو شیخ الاسلامؒ کے مریدوں میں سے تھے حاضر خدمت ہوئے اور سر زمین پر رکھ کر حسب حکم بیٹھ گئے۔ انہیں والیٔ لاہور نے سو دینار دے کر حضرتؒ کے پاس بھیجا تھا کہ یہ دینار حضرت کی نذر کر دیں۔ حضرتؒ نے چھوٹتے ہی فرمایا "لاؤ" انہوں نے (حالانکہ اُن کے پاس پورے دینار موجود تھے) پچاس دیے۔ شیخ الاسلام متبسم ہوئے اور کہنے لگے شہاب نے خوب برادرانہ تقسیم کی۔ درویش کو ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ شہاب بہت خجل ہوئے اور فوراً سو دینار حاضر کر دیے۔ شیخ الاسلامؒ نے

ارشاد کیا کہ اگر میں تمہیں یہ تادیب نہ کرتا تو تم اپنے راستے سے بھٹک جاتے اور ہرگز مقصد تک نہ پہنچ پاتے۔ یہ کہہ کر وہ کل دینار انہیں عطا کر دیے اور کہا کہ تجدید بیعت کرو۔ کیونکہ پہلی بیعت میں خلل پڑ گیا۔ دوبارہ بیعت لینے کے بعد فرمایا جاؤ اور جس کسی کو کلاہ دینی ہو دو۔ کام تمہارا پورا ہو گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

۲۵ شوال ۶۵۵ھ، روز دوشنبہ

عالم علوی اور عالم سفلی

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ شیخ جمال الدین ہانسوی اور شیخ بدرالدین غزنوی اور مولانا بدرالدین اسحاق اور دیگر عزیزان باصفا حاضرِ خدمت تھے کچھ دیر بعد ایک جوگی بھی آ پہنچا۔ دعا گو نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارے ہاں اصل کار کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ ہمارے ہاں دو عالم مانے گئے ہیں۔

۱ عالم علوی

۲ عالم سفلی

پیشانی سے ناف تک کا تعلق عالم علوی سے ہے اور ناف سے پیر تک کا عالم سفلی ہے۔

یہ سن کر شیخ الاسلام نے فرمایا: "ہاں اس نے سچ بتایا مگر اتنا اور یاد رکھو کہ عالم علوی میں صدق و صفا اور خوش اخلاقی اور حسن معاملہ کا ہونا ضروری ہے۔ عالم سفلی میں پارسائی اور پاکی اور زہد کی نگہداشت کی جاتی ہے۔" پھر شیخ الاسلام چشم پُرآب ہو گئے اور بولے مجھے اس کا یہ بیان بہت پسند آیا۔" اور کہا "جو شخص خداوند تعالیٰ کی دوستی اور محبت کا دعویٰ

کرے اور دنیا کی محبت بھی اُس کے دل میں ہو وہ دروغ گو اور جھوٹا ہے۔"

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ قاضی حمید الدین ناگوری "تاریخ میں لکھتے ہیں کہ تین اوقات میں رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے۔ سماع کے وقت اور کھانا کھاتے وقت جو طاعت کے لیے قوت پیدا کرنے کی نیت سے کھایا جائے اور درویشوں کے صفائے قلب کے وقت۔

اس گفتگو کے اثنا میں چھ سات جوان وخورد سال درویش خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم میں کچھ قضیہ ہے حضور اپنے یاروں میں سے کسی کو حکم دیں کہ وہ ہماری باتیں سُن لیں۔ شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اس کام پر متعین فرمایا اور مولانا بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کو میرے ساتھ کیا' چنانچہ ہم نے تعمیلِ ارشاد کی اور انہوں نے نہایت نرمی کے ساتھ ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ فلاں روز تم نے ایسا کہا تھا اور میں نے یہ جواب دیا تھا وغیرہ وغیرہ مجھ پر اور شیخ بدرالدین اسحاق رحمۃ اللہ علیہ پر ان کی تقریر کے لطف سے گریہ طاری ہو گیا اور ہم نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ فرشتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہماری تعلیم کے واسطے بھیجا ہے کہ جھگڑوں کو اس طرح طے کرنا چاہیئے۔ یہ کیفیت شیخ الاسلام کو بھی معلوم ہوئی وہ بھی چشم پُرآب ہوئے اور بولے بے شک ایسے موقع پر یہی چاہیئے کہ گردن کی رگ نہ اُبھرے اور غُصّے کا اثر تک ظاہر نہ ہو۔

بعد ازاں اسی محل میں ارشاد فرمایا کہ جب تک کھانا کھائے تو لازم ہے کہ طاعت بجالائے تاکہ وہ کھانا بھی عبادت میں شامل ہو جائے۔ فقیر کو نفس کی خواہش پر ہرگز نہ کھانا چاہیئے۔ پھر کہا کہ راحۃ الارواح میں ہے کہ ایک درویش نے اپنا صومعہ بنایا تھا۔ اور کئی برس سے اُس میں سکونت رکھتے تھے۔ ایک اور درویش بھی وہاں آئے اور دریا کی دوسری طرف فروکش ہوئے۔ جب پہلے درویش کا کھانا تیار ہوا اور انہوں نے اپنے بال بچّوں کو اکٹھا

کیا اور بیوی سے کہا کہ یہ کھانا لیجا کر ان درویش کو دیدو ۔ بیوی نے جواب دیا کہ دریا میں کشتی تو ہے نہیں میں کیونکر جاؤں ؟ فرمایا ۔ جب کنارے پر پہنچو تو یہ کہنا کہ اے دریا بحرمت اُس درویش کے جس نے تیس سال میں ایک دفعہ بھی مجھ سے صحبت نہیں کی، مجھے راستہ دے ۔ دریا تجھ کو راستہ دیگا ۔ بیوی کو اُن کے یہ الفاظ سُن کر بڑا تعجّب ہوا کہ ان سے اس قدر تو میرے فرزند ہوئے اور یہ کیا کہتے ہیں ۔ مگر خاموش روانہ ہوگئی اور دریا کے کنارے پہنچ کر وہی الفاظ کہنے لگی ۔ دریا شق ہوگیا اور عورت اس کے اندر چلی گئی اور نیز درویش کے قریب جا کر سلام کیا اور کھانا رکھ دیا ۔ ان بزرگ نے کھانا نوش فرمالیا اور کہا جاؤ ۔ عورت حیران ہوئی کہ اب واپس کیونکر جاؤں ۔ درویش نے دریافت کیا کہ تم آئیں کس طرح تھیں ؟ عورت نے کہا کہ میرے خاوند نے مجھے یہ بتایا تھا ۔ یہ کہہ کر میں آگئی ۔ انہوں نے فرمایا اب یہ کہہ دینا کہ اے دریا بحرمت اُس شخص کے جس نے تیس سال سے کھانا نہیں کھایا مجھے راستہ دیدے ۔ الغرض عورت نے یہی کیا اور دریا نے بدستور راستہ دے دیا ۔ جب شوہر کے پاس پہنچی تو کہنے لگی کہ ان دروغ بافیوں کی حقیقت مجھ پر ظاہر کیجیئے ۔ فرمایا میں نے اور ان درویش نے سچ کہا تھا ۔ تیس سال سے میں نے خواہش نفس سے کبھی صحبت نہیں کی ۔ فقط تیرے حق کی ادائیگی کی نیت رکھتا تھا اور ان درویش نے تیس سال سے کبھی کھانا نہیں کھایا جب تک یہ ذہن میں نہ جما لیا کہ اس سے عبادت کے لئے طاقت حاصل کروں گا ۔

اس کے بعد اس بارے میں گفتگو شروع ہوئی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چھوٹے قد کے تھے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شان میں کُنَیفٌ مُلِئَ عِلمًا فرمایا ہے یعنی علم کی تھیلی ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ چھوٹے قد کے تھے ۔

پھر اسی محل میں ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ میں شیخ الاسلام بختیار دہلیؒ کی خدمت میں

حاضر تھا کہ زمیں نامی دعا گو کے ہم خرقہ بھی آ گئے اور سر زمین پر رکھ کر عرض گزار ہوئے کہ آج رات کو میں نے خواب دیکھا کہ ایک قبہ ہے اور اس کے ارد گرد خلائق کے انبوہ آ جا رہے ہیں۔ میں نے استفسار کیا کہ قبے کے اندر کون ہے؟ کہا گیا "حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور یہ شخص جو اندر سے باہر اور باہر سے اندر آمد و رفت کر رہے ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ میں نے بڑھ کر عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیجئے تاکہ میں بھی سعادت پائے بوسی حاصل کروں اور زیارت سے مشرف ہوں۔ وہ اندر گئے اور پھر باہر آن کر بولے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تجھ کو ابھی اس کی اہلیت نہیں ہے؛ مگر تو بختیار کاکیؒ کو جا کر ہمارا سلام پہنچا اور کہہ کہ جو تحفہ وہ ہر شب بھیجا کرتے تھے وہ ہمیں ملتا تھا۔ مگر اب نو راتوں سے نہیں ملا۔ پھر شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہٗ نے فرمایا کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ہمیشہ سوتے وقت تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ پھر ان کے مجاہدے کا حال بیان کیا کہ عبادتِ خداوندی میں بیس سال انہوں نے استراحت نہیں فرمائی۔ پہلوئے مبارک زمین سے نہیں لگایا۔ پھر فرمایا کہ درویش پر خواب حرام ہے۔

ایک دن شمس دبیر مطول کا نسخہ لے کر حاضر ہوئے اور پڑھنے کی اجازت چاہی۔ شیخ الاسلامؒ نے حکم دیا بیٹھ جاؤ اور پڑھو۔ شمس دبیر پڑھتے تھے اور شیخ الاسلام بتکرار معنی بیان فرماتے تھے اور بعض مقامات پر اصلاح بھی کرتے تھے۔ شمس دبیر اس عنایت سے بے حد مسرور ہوئے۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا تمہارا دلی مطلب کیا ہے؟ شمس دبیر نے عرض کی میری والدہ نہایت ضعیف اور عمر رسیدہ ہیں۔ میں ان کی پرورش کرتا ہوں اور معاش کی بڑی تنگی ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا جا کر شکرانہ لے آؤ۔ شمس دبیر گئے اور پچاس جتیل لے

آئے۔ شیخ الاسلامؒ نے فرمایا انہیں تقسیم کر دو۔ ایک ایک دو دو سب کو پہنچے اور چار جتیل حضرت نے دست خاص سے دعا گو کو عنایت فرمائے اور پھر فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد شمس دبیر کے ہاں ایسی فراخی ہوئی کہ چند روز میں وہ سلطان غیاث الدین بلبن کے دبیر بن گئے اور اُن کے گھر میں گہما گہمی ہوگئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

۱۵ ر ماہ شوال ۶۵۵ھ

درویشی اور جاگیر

دولت قدم بوسی نصیب ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلامؒ بیٹھے ہوئے تھے کہ والیٔ اجودہن نے اپنے کارکنوں کے ہاتھ دو گاؤں کی مثال اور دو سو تنکہ نقد حضرت کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے بھیجے کارکنوں کو حکم ہوا کہ بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گئے اور مال مثال سامنے رکھدیا۔ شیخ الاسلامؒ نے مسکرا کر فرمایا کہ میں نے آج تک یہ چیز کسی کی قبول نہیں کی اور نہ یہ میرے خواجگان کی سنت ہے۔ واپس لے جاؤ اور کہو کہ اس کے طالب اور بہت ہیں اُن کو دیدو۔

اس کے بعد شیخ الاسلامؒ نے اس حال کے مناسب ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ سلطان ناصر الدین محمود نے سلطان غیاث الدین بلبن کے ہاتھ جو ملتان کی طرف آئے تھے، چار دیہات کی مثال اور کچھ نقد دعا گو کے پاس بھیجا۔ جس میں مثال خاص میرے لئے اور نقد درویشوں کے اخراجات کے واسطے تھی۔ میں نے اُس کے لینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلام رونے لگے اور بولے کہ ان چیزوں کو ہم قبول کرنے لگیں تو ہم کو درویش کون کہے۔ ہم تو پھر اہل دول کی صف میں شامل ہو جائیں (کارکنان والیٔ اجودہن سے مخاطب ہو کر) حاشا وکلا یہ سب لے جاؤ اور کسی دوسرے کو عطا کر دو۔ بعد ازاں ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ دعا گو

شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشی کی خدمت میں حاضر تھا کہ سلطان شمس الدین انار اللہ برہانہ کے وزیر کو کبہ دولت کے ساتھ آئے اور عرض پرداز ہوئے کہ سلطان نے چھ سات دیہات کی مثال اور کچھ چیزیں بطریق نذرارسال کی ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے تبسم فرما کر ارشاد کیا کہ اگر ہمارے خواجگان انہیں لے لیا کرتے تو ہمیں بھی عذر نہ تھا۔ مگر انہوں نے یہ رسم نہیں رکھی۔ ایسی صورت میں ہم اُنکی متابعت نہ کریں گے تو کل بروز قیامت کس مُنہ سے اُن کے سامنے جا سکیں گے۔

حُسنِ ادب

اس کے بعد مشارق الانوار کی حدیثوں پر گفتگو چلی۔ ارشاد ہوا مشارق الانوار میں جس قدر حدیثیں درج ہیں سب صحیح ہیں۔ ایک بزرگ مولانا رضی الدین اصفہانی سے روایت کرتے ہیں کہ جب مولانا کو کسی حدیث میں وقت واقع ہوتی اور لوگوں سے نزاع کا موقع آجاتا تو مولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر خواب میں اس حدیث کی صحت کر لیتے تھے اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھنی چاہی۔ عبداللہ بن عباس کے سوا کوئی حاضر نہ تھا۔ حضور نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کھڑا کر لیا۔ جب نماز شروع ہوئی تو عبداللہ بن عباس بخیال ادب پیچھے ہٹ آئے۔ حضور نے نیت توڑ کر پھر انہیں برابر کھڑا کر لیا۔ یہ پھر پیچھے ہٹ آئے۔ یہاں تک کہ تین چار بار ایسا ہوا۔ آخر آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ تم کیوں پیچھے ہٹ جاتے ہو؟ عبداللہ بن عباس نے عرض کی۔ میری کیا مجال ہے۔ جو رسولِ خدا کے برابر کھڑا ہو سکوں۔ حضور کو اُن کا حُسنِ ادب بہت پسند آیا اور اُن کے حق میں دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ فَقِّہْهُ فِی الدِّیْنِ۔ یعنی اے خدا اس کو دین کی سمجھ عطا فرما!

کشف و کرامت

اس کے بعد کشف و کرامت کا قصّہ چھڑا۔ فرمایا کرامت کو مکاشفہ نہیں کہتے اور یہ کام کم حوصلے والوں کا ہے۔ مشائخ عظام نے اس کو کچھ وقعت نہیں دی۔ لہذا لازم ہے کہ جسے کشف ہو وہ اپنے تئیں کسی شمار میں نہ لائے۔ پھر ارشاد ہوا۔ ایک دفعہ خواجہ حسن نوری نور اللہ مرقدہٗ دریائے دجلہ کے کنارے پہنچے۔ ایک ماہی گیر نے جال ڈال رکھا تھا۔ خواجہ حسن نوری نے کہا اگر مجھ میں کرامت ہے تو اب کے جال میں ڈھائی من کی مچھلی آئے گی۔ اس امر کی خبر خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو ملی۔ انہوں نے کہا کہ کاش اب جال میں ایک سانپ آ کر انہیں کاٹتا اور وہ شہید ہو کر مرجاتے۔ اب کسی کو کیا معلوم ہے کہ ان کا انجام کیسا ہوگا۔ پھر اسی اثنا میں فرمایا کہ شیخ سعد الدین حمویہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ کرامت کا ظاہر کرنا فرض کا ترک کرنا ہے۔ پھر اسی مضمون کے متعلق ارشاد ہوا کہ برادرم سعد الدین رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میرے شہر کا والی میرے ساتھ عقیدت نہ رکھتا تھا ایک روز اس کا میرے دروازے کے آگے سے گزر ہوا۔ اس نے چوبدار کو یہ کہہ کر میرے پاس بھیجا کہ اس صوفی کو باہر لے آؤ۔ تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کیسا شخص ہے۔ چوبدار نے اندر آ کر یہ حال مجھے سنایا۔ میں نے اس کی بات کی طرف التفات نہ کیا اور نماز میں مشغول ہو گیا۔ چوبدار نے جا کے بادشاہ سے کہہ دیا بادشاہ خود اتر پڑا اور دعا گو کے پاس آیا۔ میں یہ دیکھ کر کھڑا ہوگیا اور خندہ پیشانی سے پیش آیا الغرض ہم دونوں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ میں نے خادم کو اشارہ کیا کہ سیب لے آؤ۔ اور ایک سیب تراش کر بادشاہ کو کھلایا اور خود بھی کھایا۔ خوان میں ایک سیب سب سے بڑا تھا۔ بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ شیخ صفائے قلب رکھتے ہیں تو یہ سیب مجھ کو دیں گے۔ ان کے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس سیب کو اٹھالیا اور بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں ایک دفعہ سفر میں تھا کہ ایک شہر میں پہنچا۔ وہاں

ایک جگہ بہت سے لوگ جمع تھے اور ان کے بیچ میں ایک شخص گدھا ہاتھ میں پکڑے بیٹھا تھا جس کی آنکھیں بندھی ہوئی تھیں اُس گدھے والے نے مجمع میں ایک شخص کو انگوٹھی دے دی، اور گدھے سے کہا کہ اُسے تلاش کرے۔ گدھے نے ہر شخص کو سونگھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ انگوٹھی والے کے پاس پہنچا اور اُس کو سونگھ کر وہیں کھڑا ہو گیا اور اس سے انگوٹھی لے لی۔

المختصر اُس قصے کے بیان کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ اگر میں اس وقت کوئی کشف و کرامت کی بات کہوں تو میری یہ حرکت مجھے اس گدھے کے برابر رتبہ دیدیگی اور بس۔ اور اگر نہیں کہتا تو تم خیال کرتے ہو کہ یہ درویش صفائے قلب نہیں رکھتا۔ یہ کہہ کر میں نے وہ سیب بادشاہ کے سامنے ڈال دیا۔ پھر شیخ الاسلام چشم پُرآب ہو گئے اور کہنے لگے کہ مردانِ خدا اپنے آپکو پوشیدہ رکھا کرتے ہیں اور کرامات کو کسی کے سامنے الم نشرح نہیں کرتے۔ شیخ الاسلام یہی فوائد بیان کر رہے تھے کہ اذان کی آواز آئی۔ حضرت نماز میں مشغول ہوئے اور حاضرین رخصت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

۲۰ ماہ شوال ۶۵۵ھ

خرقِ عادت

شرف پائے بوسی حاصل ہوا۔ شیخ بدرالدین غزنوی اور چند دیگر عزیز موجود تھے اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت کا حال بیان ہو رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جب حضرت فاروق رضؓ مسلمان ہو گئے تو تلوار نکال کر انہوں نے بلال رضؓ کو ساتھ لیا اور کہا مسجد کے مینار پر چڑھو اور اذان دو۔ چنانچہ اذان دی گئی۔ بلال رضؓ کی آواز بلند ہونا تھی کہ کفار میں تہلکہ مچ گیا کہ آج عمرؓ اسلام لے آئے۔ اب ہماری کارروائیوں کی کامیابی مشکل ہو گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ

۲۱ ر ماہ شوال ۶۵۵ھ

ترکِ دُنیا

دولت قدم بوسی میسر آئی۔ ترکِ دُنیا کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ کسی بزرگ نے پانی پر مصلٰے بچھا کر نماز پڑھی اور کہا کہ خداوندا! خضر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اس کو توبہ کی توفیق عنایت کر۔ قضا عنداللہ حضرت خضرؑ آ گئے اور بولے "اے بزرگوار! میں نے کیا کیا؟ بتلایئے تاکہ اپنے مولا سے معافی مانگوں۔" کہا "تم نے فلاں بیابان میں ایک درخت لگایا ہے اس کے سائے میں تم خود بیٹھتے ہو اور آرام کرتے ہو اور دعوٰے یہ ہے کہ میں نے یہ کام خدا کے واسطے کیا ہے۔ حضرت خضرؑ نے اقرار کیا اور تائب ہوئے۔

بعدازاں ان بزرگ نے حضرت خضرؑ سے ترکِ دنیا کی حقیقت بیان کی کہ اس طرح ہونا چاہیئے اور فرمایا میں ایسا ہوں کہ اگر تمام جہان مجھے ملے اور وعدہ کیا جائے کہ تجھ سے حساب نہیں لیں گے تب بھی میں اسے قبول نہ کروں اور اگر کہا جائے کہ دنیا قبول کرو۔ ورنہ دوزخ میں ڈال دیں گے تو دوسری بات منظور کر لوں مگر دنیا کو قبول نہ کروں۔ حضرت خضرؑ نے سوال کیا کہ اتنی بے تعلقی کا کیا سبب ہے؟ کہا دنیا مغضوب خدائے عزّوجل ہے۔ جس چیز کا خدا دشمن ہو میں بھی اس کا دشمن ہوں۔

ذکرِ خدا میں استغراق

پھر اس بارے میں بحث شروع ہوئی کہ ہر حال میں اللہ کی یاد میں مستغرق رہنا چاہیئے شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے ارشاد کیا کہ ایک شخص نے کسی درویش صاحب نعمت سے درخواست کی کہ جب وقت آپ یادِ حق میں مشغول ہوں تو مجھے بھی یاد رکھیں۔ درویش

نے فرمایا کہ افسوس ہے اس گھڑی پر کہ جب یادِ خدا بھی ہوا اور تیرا خیال بھی آ گئے۔

عقل و علم

پھر عقل و علم کی نسبت باتیں ہونے لگیں۔ کتاب مفصل بھی آ گے رکھی تھی۔ ارشاد ہوا کہ خداوند تعالیٰ کی بندوں پر دو عنایتیں ہیں۔ ایک ظاہری یعنی پیغمبروں کا بھیجنا اور دوسری باطنی۔ وہ عقل ہے کیونکہ اگر کوئی شخص عالم ہے مگر عقل نہیں رکھتا تو علم اس کو کچھ نفع نہیں پہنچائے گا۔ پھر اسی گفتگو میں فرمایا کہ میں نے آثارِ تابعین میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر جو کچھ نازل ہوا وہ موجودات کا علم ہے جس کی نسبت فرمان ہے کہ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ آدم علیہ السلام حیران ہوئے کہ کسے منتخب کروں۔ لیکن بالآخر انہوں نے عقل کو اختیار کر لیا اور کہا کہ عقل کے ذریعے علم بھی آ جائے گا۔

پھر اسی محل میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو مصحف میں حکم ہوا تھا کہ عاشق اور صالح لوگوں کو معلوم ہو کہ وہ چار ساعتوں سے غافل نہ رہا کریں۔ پہلی ساعت میں چاہیئے کہ اپنے پروردگار سے نماز کے اندر اور نماز کے آخر مناجات کریں۔ دوسری ساعت میں انہیں اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیئے۔ تیسری ساعت میں اُن کو چاہیئے کہ بھائی بندوں میں بیٹھیں اٹھیں اور ان کی غلطیوں کو دیکھ کر ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ لیکن ان کی پردہ پوشی لازمی ہے اور چوتھی ساعت میں نہ کھائیں نہ پیئیں نہ بُری صحبت میں جائیں۔ بلکہ صرف نیک کام کریں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حدیث شریف میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وارد ہے کہ یقیناً علم و عقل ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ علم عقل سے الگ ہے اور نہ عقل علم سے پس لوگوں میں افضل کون ہے؟ وہ جو اپنے آپکو پہچانتے تو اس صورت میں عقل ممتاز رہی۔

پھر اس محل میں ارشاد فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری تواریخ میں لکھتے ہیں کہ ہر چیز کی انتہا ہوتی ہے اور عبادت کی انتہا عقل ہے۔ کیونکہ بغیر علم عبادت بیہودہ اور بغیر عقل علم دردِ سر قیامت کے روز حجت یہی ہوگی۔ امامِ اعظمؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ جو ہر آیت اور ہر حدیث سے ہزار ہزار مسئلے نکالتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا میری عقل مجھے مدد دیتی ہے۔ اگر عقل صحیح نہ ہوتی تو ایک بات بھی نہ سمجھ سکتا۔ شیخ الاسلامؒ نے ارشاد کیا کہ عقل تمام چیزوں سے شریف تر ہے۔ اگر عقل نہ ہوتی تو اللہ کی معرفت بھی نصیب نہ ہوتی۔

اتنی گفتگو کے بعد اذان ہوگئی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوگئے اور دعا گو خلقت رخصت۔ الحمد للہ علی ذلک

۱۰، ماہِ ذیقعدہ ۶۵۵ھ

بسلسلہ عقل و علم

دولت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ پھر علم و عقل کی گفتگو جاری تھی۔ فرمایا: "علم خدا کے نزدیک کل عبادتوں سے افضل اور بالاتر ہے۔" اس کے بعد شیخ الاسلامؒ چشم پُر آب ہوگئے اور کہنے لگے "علم وہ ہے جسے عالم نہیں جانتے اور زہد وہ ہے جس کو زاہد نہیں جانتے اور اصل کار ان دونوں سے باہر ہے۔ مرد کو چاہیئے کہ ان دونوں سے دل اٹھائے۔

پھر ارشاد کیا کہ کاش لوگوں کو علم کا درجہ معلوم ہوتا تو سب کاموں سے دست بردار ہو کر اس کی تحصیل میں لگ جاتے۔ علم ایک ابر ہے جو رحمت کے سوا کچھ نہیں برساتا۔ جو اس ابر سے حصہ لیتا ہے گناہوں سے پاک ہوتا ہے۔

پھر اسی مضمون کے موافق ارشاد ہوا کہ ایک روز ہم اور شیخ جلال الدین تبریزیؒ ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ذکر ہوا کہ علم کی مثال شیشے کی قندیل میں ایک روشن چراغ کی سی ہے۔ جس سے کل عالمِ ناسوت و ملکوت روشن ہیں۔ جو اس کے پرتو سے مستفیض ہوا اُسے تاریکی کا اندیشہ نہیں۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ علماء علم سے غافل ہیں۔ انہوں نے دنیا کو اپنا قبلہ گاہ بنا رکھا ہے اور دانائی کے غرور سے اپنے نفسوں کو موٹا کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر شیخ الاسلامؒ رونے لگے اور بولے کہ شرحِ علماء میں مرقوم ہے کہ فردائے قیامت کو اُن صلحاء و علماء کے لئے جو دنیا میں اہل دنیا کے ساتھ مشغول رہتے تھے اور اپنا منصبی کام نہ کرتے تھے حکم ہو گا کہ انہیں عرصات میں حاضر کرو۔ پھر فرشتگانِ عذاب سے کہا جائے گا کہ ان کی گردنیں آتشیں زنجیروں سے جکڑ کر دوزخ میں لے جاؤ۔ پھر فرمایا ان علماء سے مراد وہ علماء ہیں جو بظاہر پارسائی دکھلاتے ہیں اور باطن میں علم پر عمل نہیں کرتے اور مکر و حیلے کے ساتھ دنیا کماتے ہیں۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ راحۃ الارواح میں رقم طراز ہیں کہ انسان اگر اپنے علم پر مغرور نہ ہو اور اس کا جائز استعمال کرے تو خدا تعالیٰ اسے حلال حرام حق و باطل اور نیک و بد کی صحیح تمیز عنایت فرما دیتا ہے۔

عقل کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر عالِم نام مطلق ہے۔ عالِم درحقیقت اُسے کہتے ہیں جو علم نبویؐ جانتا ہو۔ اور علم نبویؐ کا تعلق آسمان سے ہے۔ کیونکہ وہ کُل ہمارے پروردگار نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل کیا تھا۔ بعد ازاں معرفت میں گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا کہ آدمی اپنے آپ کو نہیں پہچانتا۔ ہوا و ہوس اسے دوسری باتوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ ورنہ جو خود کو پہچان لیتا ہے اُسے خدا کی محبت ہو جاتی ہے اور کسی غیر کی اس

کے دل میں جگہ نہیں رہتی۔ اگر ہژدہ ہزار عالم اس کے سامنے آئیں تو وہ التفات نہ کرے۔

پھر دعاگو سے مخاطب ہوکر ارشاد کیا کہ اہل معرفت وہ لوگ ہیں کہ جن کے آگے جبرئیل اسرافیل اور میکائیل جیسے لاکھوں مقرب فرشتے بھی عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک جمع ہوجائیں تو وہ انہیں موجود نہ سمجھیں اور نہ انہیں ان کے آنے اور جانے کی خبر ہو۔

پھر اسی محل پر فرمایا کہ ایک روز میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے کہا کہ جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے کسی بندے کو نیاد دوست بنائے تو ذکر کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے اور حیرت و دہشت کی سرائے میں اس کو جگہ دیتا ہے جو اس کی عظمت وجلال کا محل ہے۔ اسی طرح ہر بندہ خدا تعالیٰ کی حفاظت و حمایت میں آجاتا ہے۔

پھر اسی اثنا میں فرمایا کہ ایک روز میں شیخ الاسلام حضرت معین الدین سنجریؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اہل معرفت کو اوقات میں توکل کرنا چاہیئے۔ اور یہ علم علوی شوق سے حاصل ہوتا ہے۔ جب عارف کو یہ مقام مل جاتا ہے تو اسے اپنی خبر نہیں رہتی۔ خواہ اسے آگ میں ڈال دو۔

پھر ارشاد ہوا کہ اہل معرفت گفتگو کا دعویٰ اس وقت کر سکتے ہیں کہ پہلے اپنے تئیں خلق کو ثمرۂ معرفت سے بہرہ ور دکھائیں اور جو لوگ ادعائے محبت پر نکتہ چینی کرتے ہوں انہیں شکست دیں۔

بعد ازاں شیخ جلال الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے اشغال کا حال فرمانے لگے کہ انکی رحلت کے موقع پر ایک مرید حاضر تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے شیخ کو ایسی حالت میں متبسم کناں دیکھ کر عرض کیا کہ اے مخدوم! آپ اب دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کوچ کر رہے ہیں

اور آپ کو رنج نہیں۔ چہرے پر اُلٹی ہنسی ہے۔ کہا۔ میاں خدا تعالیٰ کے پہچاننے والوں کی یہی شان ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ شخص بیشک عاشق و عارف ہے جس کے دل میں ہر چیز سے خدا تعالیٰ کی یاد پیدا ہو۔ پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رح کی زبان مبارک سے سُنا ہے کہ عقل کے درخت کو فکر کا پانی دیا کرو تا کہ وہ خشک نہ ہو جائے بلکہ روز بروز بڑھتا ہے اور عقل کے درخت کو جہل کا پانی مناسب ہے اس کی اس سے جڑ بندھتی رہے اور توبہ کا درخت ندامت کے پانی سے پرورش پاتا ہے اور بار آور رہتا ہے اور محبت کا درخت موافقت کے پانی سے پھولتا پھیلتا ہے۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ حضرت خواجہ معین الدین سنجری رح کے وافعات میں مرقوم ہے کہ جس رات کو حضرت کا انتقال ہونے والا تھا اس رات حضرت نے کئی بار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ خدا کا دوست معین الدین آ رہا ہے۔ ہم اس کے استقبال کے لیے آتے ہیں اور جب حضرت کا وصال ہو گیا تو حضرت کی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھا کہ حَبِیْبُ اللّٰہِ مَاتَ فِی حُبِّ اللّٰہِ۔

شیخ الاسلام رح ان الفاظ تک پہنچے تھے کہ اذان کی آواز سنائی دی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے اور خلق و دعا گو واپس آئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

۱۲ ر ذیقعدہ ۶۵۵ھ

ترکِ دنیا کی فضیلت

دولت پابوسی میسر آئی۔ مولانا بدر الدین غزنوی رح

اور شیخ جمال الدین ہانسویؒ اور دیگر عزیز حاضرِ خدمت تھے اور ترک دنیا پر بحث ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ جس روز سے حق تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا ہے۔ دشمنی کے باعث اس کی طرف نظر نہیں کی۔

پھر اسی اثنار میں ارشاد کیا کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ میں دو چیزوں سے ڈرتا ہوں۔ ایک درازیٔ امل کی آرزو سے اور دوسرے دنیا اور خواہش نفس کی متابعت سے۔ کیونکہ نفس بندے کو یادِ حق سے باز رکھتا ہے اور درازیٔ امل کی آرزو آخرت کو بھلا دیتی ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ غزنین میں ایک بزرگ تھے۔ اُن سے میں نے پوچھا کہ دنیا کی ہماری طرف پشت ہے اور آخرت کا ہماری طرف منہ ہے۔ ہم کسے عزیز رکھیں؟ جواب دیا کہ "آخرت کو" اور اُسی کے بہتر بنانے کی کوشش کرو۔ کیونکہ کل بروز قیامت وہ کوششیں کام آئیں گی اور دیکھو آج جو کام یہاں کئے جا سکتے ہیں۔ کل اُن کا موقع نصیب نہ ہوگا"۔

پھر اسی محل میں حکایت بیان کی کہ خواجہ عبداللہ بن سہل تستریؒ نے جو کچھ مال و منالِ دنیا اُن کے پاس تھا سب اللہ کی راہ میں دیدیا۔ اہل خاندان ملامت کرنے لگے کہ خرچ کے واسطے تو کچھ بچا لیا ہوتا۔ خواجہ نے کہا مجھے اس فکر کی ضرورت نہیں۔ پھر اسی گفتگو میں ارشاد فرمایا کہ اسرار العارفین میں خواجہ یحییٰ معاذ رازیؒ کی ایک تحریر میرے مطالعے سے گزری کہ جب حکمت آسمان سے اُترتی ہے تو ہر دل کو اپنا مسکن نہیں بناتی۔ جن لوگوں کو ان چار امراض میں سے ایک مرض بھی ہوگا۔ حکمت ان سے ہمیشہ دُور رہے گی۔

۱ حرصِ دنیا۔

۲ فکر فردا۔

۳ مسلمانوں سے بغض و حسد۔

۴ شرف و جاہ کی محبت۔

پھر فرمایا کہ برادر بہاؤ الدین زکریا کے ساتھ ایک دفعہ میں کہیں بیٹھا تھا کہ زہد پر یہ گفتگو چھڑ گئی کہ تین چیزیں زہد و درویشی کے لئے لازمی ہیں۔ جس شخص میں یہ تین چیزیں نہ ہوں گی زہد بھی نہ ہوگا۔

۱ دُنیا کی شناخت پر اُس سے ہاتھ اٹھانا۔

۲ مولےٰ کی اطاعت کرنی اور ادب ملحوظ رکھنا۔

۳ آخرت کی آرزومندی اور اُس کا طلب کرنا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ہمارے خواجگان میں سے خواجہ فضیل بن عیاضؒ سے منقول ہے کہ قیامت کے دن دنیا نہایت زیب و زینت کے ساتھ آراستہ ہو کر میدان میں نکلے گی اور عرض کریگی کہ اے پروردگار! اب تو مجھے اپنا بندہ بنا۔ اس پر خدا تعالیٰ جواب دے گا کہ میں تجھے مُنہ نہیں لگاتا۔ تیرے پیروؤں سے مجھے کبھی خوشی نہیں ہوئی۔ اتنے میں دنیا ریزہ ریزہ ہو جائے گی۔

پھر دعاگو کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ دنیا ترک کرو تاکہ قیامت کے روز دوزخ سے محفوظ رہو۔ پھر ارشاد ہوا کہ جس قدر فتوحات اور نقد میرے پاس آتا ہے۔ میں اگر اُسے جمع کروں تو خزانے بھر جائیں۔ لیکن میں سب کچھ اُسی کی راہ میں صرف کر دیتا ہوں۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ شرح اولیاء میں فرماتے ہیں کہ تمام بدی اور برائی ایک مکان میں جمع کر کے اُس کی کُنجی دنیا کو بنایا گیا ہے۔ جو لوگ دانا اور دُور اندیش ہیں وُہ اس مکان اور اس مکان کی کُنجی کے پاس نہیں پھٹکتے۔ امام زاہد کی تفسیر سامنے رکھی تھی

اُس میں یہ روایت دکھائی دی۔ نَجَی الْمُخَفَّفُوْنَ وَهَلَكَ الْمُثْقَلُوْنَ یعنی سبکساروں نے نجات پائی اور گراں بار ہلاک ہوئے۔

بعد ازاں خدا تعالیٰ کی بزرگی میں گفتگو شروع ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ خدا تعالیٰ سب سے بزرگ ہے، لیکن جب یہ بات کُل دنیا جانتی ہے تو اس نعمت سے محروم کیوں رہتی ہے اور فکر و ذکر میں عمر کس لئے صرف نہیں کرتی۔

پھر ارشاد ہوا کہ بعض بندے اللہ کے ایسے ہیں جو دوست کا نام سُن کر جان و مال فدا کر دیتے ہیں۔ چناں چہ اسرار تابعین میں مرقوم ہے کہ کسی درویش نے جنگل میں اپنا مسکن بنایا تھا اور ساٹھ برس سے عالمِ تفکر میں ایستادہ تھے۔ ناگاہ غیب سے ندا آئی: "یا اللہ!" درویش مذکور نے جو دوست کا نام نامی سُنا ایک نعرہ مار کر گر پڑے۔ دیکھا تو جان بحق تسلیم ہو چکے تھے۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ اگر اہلِ سلوک کبھی خدا کی یاد سے غافل ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس وقت مُردہ ہیں۔ اگر زندہ ہوتے تو مولےٰ کا ذکر ہم سے الگ ہوتا۔

پھر اسی موقع پر ارشاد کیا کہ بغداد میں ایک بزرگ تھے کہ ہزار بار ذکر اللہ ان کا روزانہ وظیفہ تھا۔ ایک دن وہ ناغہ ہو گیا۔ غیب سے آواز آئی کہ فلاں ابن فلاں نہ رہا۔ لوگ اس آواز کو سُن کر جمع ہوئے اور اُن بزرگ کے دروازے پر پہنچے، مگر وُہ زندہ تھے۔ سب حیرت میں پڑ گئے اور بزرگ سے معذرت کرنے لگے کہ غلطی یا غلط فہمی ہوئی۔ انھوں نے تبسم فرمایا اور کہا کہ آپ صاحبان ٹھیک آئے۔ جیسا کہ آواز میں سُنا ویسا ہی جانو۔ میرا وظیفہ ناغہ ہو گیا تھا۔ وہاں اعلان کر دیا کہ میں مر گیا۔ پھر اسی گفتگو میں ارشاد ہوا کہ زبان پہ مولےٰ کا ذکر رکھنا ایمان کی نشانی اور نفاق سے بیزاری اور شیطان سے حصار اور آتش

دوزخ سے حفاظت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ شرح مشائخ میں لکھا ہے کہ جب مومن ذکرِ الٰہی کے ساتھ زبان کھولتا ہے آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ اُٹھو اور خوشی کرو کہ خدا تعالیٰ نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔

پھر فرمایا کہ جب میں سیستان میں تھا تو میں نے ایک درویش کو عالمِ سُکر میں کھڑا دیکھا۔ سوائے ذکر کے کوئی بات نہ کرتے تھے۔ الغرض جب ذکر میں سعادت ابدی ہو تو لازم ہے کہ ہم رات دن۔ اٹھتے بیٹھتے، کھڑے لیٹے، وغیرہ وضو ہر حالت میں بجز وقت قضائے حاجت کے ذکر سے غافل نہ ہوں۔

پھر اسی محل میں ارشاد ہوا کہ ایک بزرگ تھے کہ جس شخص کو حدیث شریف میں کوئی مشکل درپیش ہوتی یہ اُسے حل کر دیتے۔ ایک روز کنگھی کرنے کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی۔ انہوں نے فرمایا کہ کنگھی کرنا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر پیغمبران علیہم السلام کی سنّت ہے، جو شخص رات کے وقت ڈاڑھی میں کنگھی کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو فقر کی آفت میں مبتلا نہ کرے گا۔ ڈاڑھی میں جس قدر بال ہوتے ہیں اُن میں سے ہر ایک کے بدلے ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب دے گا اور اسی قدر گناہ دُور کرے گا۔ اگر لوگ کنگھی کرنے کے اجر کو جان جائیں تو سب عبادتوں سے باز رہ کر اسی عبادت کو پکڑ لیں۔

پھر فرمایا کہ ایک کنگھی دو آدمیوں میں مشترک نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ یہ بات ان دو آدمیوں میں جدائی ڈال دے گی۔ پھر ارشاد ہوا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت کے ہاں دو بچے ہوئے۔ اُس کے لواحقین نے آنحضرتؐ سے دریافت کیا کہ ان کو کیوں کر علیٰحدہ علیٰحدہ کریں۔ اتنے میں جناب جبرئیلؑ تشریف لائے اور عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ حکم فرمایئے کہ ان دونوں بچوں کے سروں میں ایک

کنگھی کرو۔ دونوں علیحدہ ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور چند دنوں میں وُہ علیحدہ ہو گئے۔

بعدازاں نماز باجماعت کی بابت باتیں ہونے لگیں۔ شیخ الاسلامؒ نے نہایت تاکید سے ارشاد فرمایا کہ اگر دو شخص ہوں تب بھی جماعت ہی سے نماز ادا کرنی چاہیئے۔ اگرچہ دو آدمیوں کی جماعت پر جماعت کا حکم نہیں لگتا مگر ثواب جماعت ہی کا ملتا ہے۔

بعدہٗ حضرتؒ نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ میں لاہور کی طرف سفر کر رہا تھا کہ ایک عزیز صاحب نعمت سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ خداوند تعالیٰ کے ذکر سے چھ باتیں حاصل ہوتی ہیں۔

اوّل یہ کہ ایسی حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ حضرت تعالیٰ و تقدس کو چشم دل سے دیکھنے لگتا ہے
دوسرے یہ کہ خداوند تعالیٰ اسے گناہوں سے باز رکھتا ہے اور جو شخص ذکر کے وقت معاصی کا خیال نہ چھوڑے تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اسے دُور کر دیا ہے
تیسرے یہ کہ جو شخص کثرت سے ذکر الہٰی کرے گا خدا کی دوستی اس کے دل میں مستحکم ہو گی۔

چوتھے جو خدا کا ذکر زیادہ کرتا ہے خدا اس کو عزیز رکھتا ہے۔
پانچویں یہ کہ ذکر ملنے والا جنات کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے۔
چھٹے یہ کہ خدا تعالیٰ قبر میں اس کا مونس ہوتا ہے پھر اسی مضمون کے مطابق فرمایا کہ کوئی ذکر کلام اللہ پڑھنے کے برابر نہیں ہے۔ اس کی تلاوت کرتے رہنا چاہیئے کہ اس کا ثمرہ تمام طاعتوں سے بڑھ کر ہے۔

سورۂ مُلک کی فضیلت

اس کے بعد ارشاد ہوا۔ میں نے شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مُبارک سے سُنا ہے کہ حدیث شریف میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وارد ہے کہ سورۂ مُلک کا نام توریت میں ماثورا اور پارسی میں ماثورہ ہے اور یہ سورت عذابِ قبر سے محفوظ رکھنے والی ہے۔ پھر فرمایا حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص رات کو سورۂ یٰسین پڑھے اُسے ایسا ثواب ہوتا ہے۔ گویا اُس نے شبِ قدر پائی۔

اللہ کے ذکر کی فضیلت

پھر ارشاد ہوا کہ بغداد میں ایک بزرگ اللہ اللہ بہت کہتے تھے۔ ایک روز راستے میں اُن کا گزر ہوا۔ اور ایک لکڑی ان کے سَر پر ایسی گری کہ اُن کا سر پھٹ گیا اور خون نکلنے لگا۔ سننے کی بات ہے کہ جو قطرۂ خون زمین پر گرتا تھا۔ اُس سے نقشِ اللہ بن جاتا تھا۔ واقعی یہ درست ہے کہ جو شخص جس کام میں مرے گا اسی میں اس کا حشر ہوگا۔

دُعا کی فضیلت

بعدۂ دُعا کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا میں نے فتاویٰ کبریٰ میں دیکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ لَیْسَ شَیْءٌ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنَ الدُّعَاءِ یعنی خداوند تعالیٰ کے نزدیک دُعا سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام معین الدین سجزی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ قوت القلوب میں لکھا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ المُلِحِّیْنَ فِی الدُّعَاءِ یعنی خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو دُعا کرنے کے وقت دوست رکھتا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا ایک دفعہ میں اور برادرم بہاء الدین زکریا ملتانیؒ ایک

جگہ تھے کہ ایک اور صاحبِ نعمت بزرگ بھی وہاں پہنچے اور ہم تینوں میں دعا کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ جو شخص ان چار باتوں کا خیال نہیں رکھتا۔ اللہ بھی اُسے چار چیزوں سے محروم کر دیتا ہے۔

۱	زکوٰۃ	۲	صدقہ و قربانی
۳	نماز	۴	دُعا

ترکِ زکوٰۃ سے برکت جاتی رہتی ہے۔ ترکِ صدقہ سے صحت گرنے لگتی ہے۔ ترکِ نماز سے مرتے وقت ایمان سلب ہو جاتا ہے اور ترکِ دعا سے پھر دعا مستجاب نہیں ہوتی۔

سلامتی کا وظیفہ

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ بغداد میں ایک بزرگ کو شیر کے آگے ڈالا گیا تاکہ شیر انہیں ہلاک کر ڈالے مگر وہ سات روز تک اس کے آگے پڑے رہے اور اس نے اُن کا بال بیکا نہ کیا۔ یہ سلامتی اُن کی اِس اسمِ باری تعالیٰ کے سبب سے تھی جو ہر وقت ان کے پاس رہتا تھا۔ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا دَائِمٌ بِلَا فَنَاءٍ وَیَا قَائِمٌ بِلَا زَوَالٍ وَیَا اَمِیْرُ بِلَا وَزِیْرٍ یہ کہہ کر شیخ الاسلام چشم پُرآب ہو گئے اور بولے ”تیرا دشمن یہی نفس امارہ اور ابلیس لعین ہے“

اسی اثنا میں اذان کی آواز آئی۔ شیخ الاسلام نماز میں مشغول ہوئے اور خلق و دعا گو رخصت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

۲ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ

ماہ ذی الحجہ کے اعمال و فضائل

دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ ماہِ ذی الحجہ کی فضیلت میں گفتگو

ہورہی تھی۔ ارشاد ہوا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی کے اوراد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ دو رکعت نماز ماہ ذی الحجہ کی پہلی شب کو ادا کرے پہلی رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین آیتیں سورۂ انعام کی اور دوسری رکعت میں ایک بار سورۂ فاتحہ اور ایک بار قل یا ایہا الکافرون پڑھے۔ خدا تعالےٰ اس کے نامۂ اعمال میں حج کرنے والوں کا ثواب لکھے گا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ ایک جوان فاسق کا انتقال ہوا جو نہایت گنہگار اور بڑا بدکردگار تھا۔ لوگ متفکر ہوتے کہ خدا جانے تنگ و تاریک قبر میں اس کا کیا حال ہو گا؟ انہی ایام میں وہ کسی بزرگ کے خواب میں آیا۔ بزرگ نے پوچھا کہو کیسی گذری۔ خدا کے ساتھ کیا معاملہ رہا؟ اس نے کہا کہ جب لوگ مجھے دفن کر کے واپس چلے گئے تو فرشتگان عذاب متواتر ہوئے کہ گرز دں سے میری خبر لیں، مگر فوراً حکم الٰہی پہنچا کہ نہیں ہم نے اس بندے کو بخشا اور اسے بہشت میں جگہ دی۔ یہ حج کرنے والوں میں سے ہے۔ فرشتے رک گئے اور عرض گزار ہوئے یہ شخص تو حد درجے کا فاسق و فاجر تھا۔ اس سے کونسی نیکی وجود میں آئی جو تو نے پسند کر لی۔ جواب ملا کہ ہاں حقیقت تو یہی ہے جو تم کہتے ہو، لیکن اس نے ایک سال ماہ ذی الحجہ کی پہلی شب میں دو رکعت نماز ادا کی تھی اس لیے میں نے اس کے تمام معاصی کو نظر انداز کر دیا۔

بعد ازاں اسی محل میں فرمایا کہ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدیہ بھیجا۔ جبرائیل وہ ہدیہ لیکر آئے اور کہنے لگے کہ اے موسیٰ جو شخص ذی الحجہ کے دس دنوں میں یہ کلمات پڑھے اُس کو ایسا ثواب ہو گویا اس نے بارہ ہزار بار توریت کی تلاوت کی ہے اور بارہ ہزار نیکیاں اس کے نامۂ اعمال

میں لکھی جائیں اور بارہ ہزار گناہ اُس کے معاف ہوں اور ایک ہزار فرشتے اس کے واسطے دُعا کریں اور اس کا یہ عمل کُل اہلِ زمین کے عملوں سے فاضل تر ہو۔

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام شہاب الدین سہروردیؒ کی عوارف المعارف میں بروایت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ لکھا دیکھا ہے کہ یہ کلمات انجیل میں بھی نازل ہوئے تھے اور ان کی برکت سے نابینا بینا ہو کر دیکھنے لگتا تھا کہ آسمان سے نور اُتر رہا ہے۔ اس کے بعد شیخ الاسلام نے فرمایا کہ جو شخص ان کلمات کی حرمت و تعظیم کا خیال رکھے گا وہ اِن کے اثر کو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور دیکھے گا۔

اوّل روز سو مرتبہ پڑھے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

دُوسرے روز سو مرتبہ کہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ اِلٰهًا وَّاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا فَرْدًا وَّتْرًا لَّمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا۔

تیسرے روز پڑھے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔

چوتھے روز سو مرتبہ یہ پڑھے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

پانچویں روز سو مرتبہ پڑھے۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى وَسَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا وَلَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ الْمُنْتَهٰى سُبْحَانَ مَنْ لَّمْ يَزَلْ كَرِيْمًا وَّلَا يَزَالُ رَحِيْمًا ۔

چھٹے روز وہی روزِ اوّل کا وظیفہ اور ساتویں روز دوم کا وظیفہ اور آٹھویں

روزِ سوم کا اور نویں دن روزِ چہارم کا اور دسویں دن روزِ پنجم کا۔

پھر ارشاد ہوا کہ عشرہ ذی الحجہ میں وِتروں کے بعد اور سونے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ ایک ایک دفعہ پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کو اس قدر ثواب عنایت فرمائے گا کہ جس کا اندازہ سوائے اُس کے کوئی نہیں کر سکتا۔ اس نماز کے پڑھنے والے کو موت نہیں آتی جب تک وہ جنت میں اپنی جگہ اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ لیتا۔

اس کے بعد اسی مضمون کے موافق فرمایا کہ شیخ الاسلام نے شیخ سعدالدین حمویہ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کیا حال ہے؟ شیخ نے کہا خدا تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور ہر ہر طاعت کا بدل اس کے اندازے سے عطا کیا، مگر ان دو رکعتوں کا اجر جو میں عشرہ ذی الحجہ میں پڑھا کرتا تھا بے اندازہ دیا۔

بعد ازاں فرمایا کہ اس عشرے کے اندر جو شبِ جمعہ اور روزِ جمعہ آئے تو اس میں چھ رکعتیں ادا کرنی چاہیئں۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص ۱۵ بار اور پھر سلام پھیر کر درود شریف اور یہ کلمات پڑھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ حق تعالیٰ اس کے بدلے انسان کو اس قدر ثواب دیتا ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ چوبیس ہزار پیغمبروں کا ثواب اور سالِ آئندہ کے اختتام تک کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میرے دوستوں میں سے ایک شخص نہایت صالح اور صاحبِ نعمت تھے اور یہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اُن کے انتقال کے بعد میں نے انہیں خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ کہو کیسی گذری؟ کہنے لگے کہ شیخ الاسلام معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں لکھا دیکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص عشرہ ذی الحجہ میں

سورۂ والفجر پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اُسے آتشِ دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ حضرت شیخ الاسلام معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھا گیا کہ کہتے ہیں۔ موت، قبر اور منکر و نکیر کے سب مرحلے بفضلہٖ آسان ہو گئے۔ مگر جب میں عرش کے نیچے پہنچا اور سجدے میں گر پڑا تو ندا آئی کہ معین الدین سر اٹھا اور بول کہ تو اس قدر خائف کیوں رہتا تھا؟ عرض کیا کہ تیری جباری اور قہاری کے ڈر سے، فرمان ہوا جو آدمی ہمارے کام میں لگ جاتے ہم اُس کے کام میں لگ جاتے ہیں اور جو عشرۂ ذی الحجہ میں سورۂ والفجر بھی پڑھے اُسے خوف اور ڈر سے کیا کام۔ جا تجھے بخش دیا گیا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دن کو چھ رکعت نماز ادا کرے اور پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد ایک بار والعصر اور دوسری میں ایک بار لایلٰف اور تیسری میں ایک بار اخلاص اور چوتھی میں ایک بار اذا جاء نصر اللہ پڑھے تو اس کا ثواب اتنا ہے کہ تمام خلائق مل کر بیان کرنا چاہے تو نہ بیان کر سکے۔

پھر ارشاد ہوا کہ جو شخص عرفۂ ذی الحجہ کی شب میں دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی سو سو بار تلاوت کرے ہزار ہزار حجوں کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت شیخ الاسلام معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ مبارک میں معتکف تھا کہ ماہ ذی الحجہ آ گیا۔ میں نے عرفے کی شب میں نماز ادا کی اور روضۂ مطہرہ کے پاس بیٹھ کر کلامِ مجید پڑھنے لگا۔ تھوڑی رات گذری ہو گی میں پندرھویں پارے پر پہنچ گیا۔ لیکن غلطی سے بیچ میں سورۂ کہف یا سورہ مریم کا کوئی حرف زبان سے ادا نہیں

ہوا۔ مخدوم کے روضۂ مبارک سے آواز آئی کہ اس رہے ہوئے حرف کو پھر پڑھو۔ میں نے اعادہ کیا۔ فرمایا خوب پڑھتے ہو۔ فرزند خلف کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ جب سارا قرآن پاک ختم کر چکا تو میں نے اپنا سر پائین روضہ مبارک پر رکھا اور رو رو کر کہنا شروع کیا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میرا کس گروہ میں شمار ہے۔ ندا آئی کہ مولانا جو شخص یہ نماز (مذکورۂ بالا) ادا کرے وہ یقیناً جنتی ہے۔ میں نے فوراً مزار کو چوم لیا اور سمجھا کہ میں کچھ ہوں تو سہی اور میری خاطر جمعی ہو گئی۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ جو شخص عرفے کے روز ظہر و عصر کے درمیان چار رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۂ اخلاص پچاس دفعہ پڑھے تو اس کی دعا ضرور مستجاب ہو گی۔

پھر فرمایا کہ عرفے کے روز سو مرتبہ پڑھنا چاہیئے۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا يُوْتِي الْخَيْرَ اِلَّا اللّٰهُ مَا شَآءَ اللّٰهُ اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ بِيَدِ اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا يَصْرِفُ السُّوْءَ اِلَّا اللّٰهُ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ مَا بِنَا مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وارد ہے کہ جو شخص عرفے کے روز غروبِ آفتاب سے پہلے ان کلمات کو پڑھتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس سے خطاب کرتا ہے کہ اے بندے! تو نے مجھ کو خوش کیا۔ اب تو جو چاہے مجھ سے مانگ اور جو شخص ان کلمات کو سوتے یا جاگتے وقت پڑھے وہ شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے اور تمام بلائیں اس سے دور رہتی ہیں۔

بعد ازاں فرمایا کہ عید الاضحیٰ کی رات میں بھی بارہ رکعتیں پڑھنی آئی ہیں۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص پانچ بار۔ ان کا ثواب بہت ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ عید الاضحیٰ کے روز جب خطبے سے فارغ ہو چکے چار رکعت نماز ادا کرے۔ پہلی رکعت میں بعد فاتحہ الم نشرح ایک بار اور دوسری میں بعد فاتحہ والمرسلات ایک بار، تیسری میں بعد فاتحہ والضحیٰ ایک بار۔ چوتھی میں بعد فاتحہ اخلاص ایک بار۔

پھر فرمایا شیخ الاسلام شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جو شخص نماز عید الاضحیٰ کے بعد اپنے گھر میں آکر دو رکعت اور پڑھے اور ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ والمرسلات پانچ پانچ بار تلاوت کرے۔ اُسے حج، عمرہ اور دعا طواف کا ثواب ملے گا اور اس کے مال میں برکت ہوگی۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے شیخ الاسلام شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے اوراد میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ ذی الحجہ کے آخری روز جو سال ہجری کا بھی یوم الآخر ہے یہ دعا پڑھے حق تعالیٰ تمام سال اُسے اپنی حفظ و امان میں رکھے گا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ مَا عَمِلْتُ مِنْ عَمَلٍ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ مِمَّا نَهَيْتَنِيْ عَنْهُ وَلَمْ تَرْضَهُ وَنَسِيْتُهُ وَلَمْ تَنْسَهُ وَحَلِمْتَ عَنِّيْ بَعْدَ قُدْرَتِكَ عَلٰى عُقُوْبَتِيْ وَدَعَوْتَنِيْ اِلَى التَّوْبَةِ بَعْدَ جُرْاَتِيْ عَلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَغْفِرُكَ فِيْهَا يَا غَفُوْرُ فَاغْفِرْ لِيْ وَمَا عَمِلْتُ مِنْ عَمَلٍ تَرْضَاهُ عَنِّيْ وَوَعَدْتَنِي الثَّوَابَ فَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ وَلَا تَقْطَعْ رَجَائِيْ يَا عَظِيْمَ الرَّجَاءِ۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ خَيْرَ هٰذِهِ السَّنَةِ وَمَا فِيْهَا بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

پھر فرمایا کہ برادرم شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہٗ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص آخر ماہ ذی الحجہ میں دو رکعت نماز ادا کرے اور ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور کچھ قرآن شریف اور سلام کے

بعد مذکورہ بالا دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے سال بھر کے گناہ بخش دیتا ہے اور رائے سے بھی بخش دیتا ہے۔ شیخ الاسلامؒ یہ فوائد بیان فرما رہے تھے کہ اذان ہو گئی۔ خواجہ نماز میں مشغول ہوئے اور خلق و دعا گو واپس۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

۷ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ ہجری

مذہب امام اعظمؒ

دولت پائے بوسی میسر آئی۔ مذہب کی بابت گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اول مذہب امام اعظم ابو حنیفہؒ کا۔ دوسرا امام شافعیؒ کا، تیسرا امام مالکؒ کا اور چوتھا احمد حنبلؒ کا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ ان میں سے کسی پر شک نہ کریں۔ لیکن یہ یقین رکھیں کہ امام اعظمؒ کا مذہب فاضل تر ہے اور باقی مذاہب اس کے بعد۔ کیونکہ پہلا مذہب امام اعظمؒ کا ہے اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّم مشہور بات ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ فتاویٰ ظہیری کے باب خاتم میں اس کے مصنف نے یہ حکایت لکھی ہے کہ امام المسلمین امام ابو حنیفہ کوفیؒ نے جب آخری حج کیا تو ان کے دل میں خیال گذرا کہ بس اب شاید پھر یہاں کی زیارت نصیب نہ ہو گی۔ اس لئے خانہ کعبہ کے دربانوں سے درخواست کی کہ دروازے کھول دو تاکہ میں اندر جا کر ایک شب عبادت الٰہی کر لوں۔ دربانوں نے جواب دیا کہ یہ نئی بات ہو گی۔ تم سے پہلے کسی نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن چونکہ بلحاظ علم و فضل تمہارا درجہ بہت عالی ہے اور دنیا تمہاری اقتدار کرتی ہے۔ لہٰذا تمہارے مدعا کو پورا کر دیا جائے گا۔ چنانچہ امام صاحبؒ کو اندر جانے دیا گیا اور امام صاحبؒ نے اندر دو ستونوں کے ساتھ کھڑے ہو کر دو رکعت نماز کی نیت باندھی اور دائیں پیر پر

بایاں پیر رکھ کر آدھا قرآن پڑھ ڈالا۔ اور پھر بائیں پیر پہ دایاں پیر رکھ کر باقی ختم کر دیا۔ اور سلام پھیر کر مناجات کی "اے اَلعالمین! جو تیری عبادت کا حق ہے وُہ میں نہ ادا کر سکا اور نہ میں نے پہچاننے کی طرح تجھے پہچانا تو مجھ ناچیز کے نقائص خدمت کو نظر انداز فرما دے۔" ہاتف نے آواز دی کہ نہیں ابو حنیفہ تو نے ہمیں خوب پہچانا اور ہماری کافی خدمت بجا لایا۔ ہم تجھے بخشتے ہیں اور اُن لوگوں کو بھی جو قیامت تک تیری پیروی کریں گے۔ اس قدر بیان کرنے کے بعد شیخ الاسلامؒ نے فرمایا الحمدللہ کہ ہم انہیں کے مذہب میں ہیں۔

پھر ارشاد ہوا کہ امام اسمٰعیل بخاری کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن حسن شیبانیؒ کو خواب میں دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ مرنے کے بعد کیا گذری؟ امام محمدؒ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر میری مغفرت کر دی کہ اگر میں چاہتا تو تجھے عذاب دیتا۔ لیکن تو علم کی اشاعت کیا کرتا تھا۔ اس لئے تیری بخشش کی گئی۔ امام بخاریؒ نے سوال کیا کہ اچھا ابو یوسف قاضیؒ کہاں ہیں؟ کہا درمیانِ ارض و سما میں۔ پوچھا اور امام ابو حنیفہؒ؟ کہا وہ تو علیین میں پہنچے۔

پھر فرقِ مذاہب میں گفتگو ہونے لگی کہ بہتر کون ہے؟ شیخ الاسلامؒ نے چشم پُر آب کی اور فرمایا کہ میں امام اعظمؒ کا نام (اُن کی عظمت و بزرگی کے سبب) نہیں لے سکتا۔ مگر اُن کے ایک شاگرد تھے "امام محمد شیبانی" جب وہ سوار ہوتے تھے تو امام شافعیؒ اُن کی رکاب پکڑتے تھے۔ پس یہیں سے مذاہب کا فرق ظاہر ہو گیا کہ امام شافعیؒ امامِ اعظمؒ کے شاگرد کے شاگرد تھے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور شیخ قطب الدین

بختیار کاکی اوشی رح اور شیخ جمال الدین تبریزی رح اور شیخ بدرالدین غزنوی قدس اللہ سرہٗ جامع مسجد دہلی میں معتکف ہوتے اور سب نے روزانہ قرآن شریف کے دو دو ختم کرنے کا عزم بالجزم کیا۔ پھر ایک شب مل کر صلاح کی کہ اگر ہو سکے تو ایک پیر سے کھڑے ہو کر خدا کی عبادت کریں۔ یہ تجویز باتفاق کل منظور رہوئی۔ قاضی حمید الدین امام بنے اور باقیوں نے ان کی اقتدا رکی۔ قاضی حمید الدین رح نے پہلی رکعت میں ایک قرآن اور چار پارسے پڑھے اور دوسری میں ایک اور ختم کر کے سلام پھیرا اور دعا کی کہ خداوندا! جیسی کہ تیری عبادت کرنی چاہیئے تھی ویسی ہم نے نہیں کی لیکن تو اپنی رحمت سے ہمیں بخش دے۔ آواز آئی کہ تم سب بخشے گئے اور جو تمہارا مطلب ہے۔ وہ پورا ہوا۔ اس کے بعد یہ بزرگ وہاں سے متفرق ہو گئے۔

مذہب کا شجرہ

بعد ازاں ذکر فرمایا کہ جس طرح مرید کو اپنے پیر کے شجرہ کی واقفیت ضروری ہے۔ اسی طرح اپنے مذہب کا شجرہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کیوں کر حضرت الوہیت تک پہنچتا ہے۔ پھر شیخ الاسلام رح نے فرمایا اگر کوئی پوچھے کہ تم کس کے مذہب میں ہو؟ تو کہو کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رح کے مذہب میں۔ اور امام ابو حنیفہ رح امام ابراہیم علقمہ رح کے مذہب میں تھے اور وہ امام ابراہیم نخعی رح کے مذہب میں اور وہ عبداللہ بن مسعود رض کے مذہب میں اور وہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مذہب میں۔ اور وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے مذہب میں۔ اور وہ نوح علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ شیث علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ آدم علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ جبرئیل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ میکائیل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ اسرافیل علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ عزرائیل

علیہ السلام کے مذہب میں اور وہ حضرت احدیت صمدیت کے مذہب میں۔ اور اس مقام کو بجز خداوند تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔

ادعیہ ماثورہ

بعد ازاں ادعیہ ماثورہ اور آیات قرآنی پر گفتگو چھڑ گئی۔ فرمایا کہ کسی گھر کو دعا اور آیات قرآنی سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔

تہجد کی نماز

پھر ارشاد ہوا کہ تہجد کی نماز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض تھی اور لوگوں کے لیے سنت ہے۔

تہجد سحر کے وقت کی آٹھ رکعتوں کا نام ہے۔ جو سورت یاد ہو ان میں پڑھے کچھ تعین نہیں ہے۔ مگر خیال رہے کہ قرأت دراز ہو۔ کیونکہ یہ آنحضرتؐ کا معمول تھا۔ اس کے بعد مناسب حال فرمایا کہ ایک بہت بڑے بزرگ تھے جن کا شیخ قطب الدین نام تھا۔ ایک دفعہ ان کی نماز تہجد فوت ہو گئی۔ دن چڑھتے ہی معلوم ہوا کہ زانو میں درد ہے۔ باعث سوچا تو غیب سے ندا آئی کہ نماز تہجد چھوڑنے کا بدلہ ہے۔

شیطان سے بچنے کا عمل

پھر ارشاد ہوا کہ شیخ معین الدین قدس سرہٗ کے اوراد میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں جو شخص دن کے وقت سورۃ بقر کی دس آیتیں اس ترتیب سے پڑھے کہ چار آیتیں آیۃ الکرسی سے اوّل کی اور چار آیتیں آیۃ الکرسی کے بعد کی اور دو آیتیں آخر کی تو اس کے گھر میں دن کو شیطان نہیں آئے گا اور جو شخص رات کو پڑھے تو اس کے گھر میں رات کو نہیں آئے گا۔

محتاجی دُور کرنے کا وظیفہ

پھر فرمایا جو شخص فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائے تو لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا وِرد رکھنے سے اُس کی حالت درست ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا، ایک روز میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے آکر حضرت کی قدم بوسی کی۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ معاش کی تنگی میں گرفتار رہوں۔ ارشاد کیا کہ یہ کلمہ نہیں پڑھتے۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ اس نے عرض کی جی ہاں یہ تو نہیں پڑھتا۔ حضرت رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت ہے کہ جو شخص اسے بکثرت پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اُسے محتاجی سے محفوظ رکھے گا۔

پھر ارشاد ہوا کہ میں نے بغیۃ المجتہدین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں دیکھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ مجھے چار گروہوں پر تعجب آتا ہے جو چار چیزوں سے غافل رہتے ہیں۔

غم دُور کرنے کا وظیفہ

(۱) جو غم میں مبتلا ہوں اور اس آیت کو نہ پڑھیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنٰہُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذٰلِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اس کے بعد اسی سلسلے میں فرمایا کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے اور اُن کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور چالیس سال تک اسی محنت میں پڑے رہے تو حضرت نے دعا کی۔ جواب ملا کہ یہ کلمہ بکثرت پڑھو۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ چند ہی روز اس کی پابندی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بیماری کی بلا سے نجات دی۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ ایک جوان کو ہارون الرشید

نے کسی خطا پہ قید کر دیا اور اس کے ہلاک کرنے کی فکر میں تھا کہ کوئی بزرگ بر وقت پہنچ گئے اور اُس جوان کو یہی آیت تعلیم کر کے چل دیئے۔ جوان نے تھوڑے ہی دن اُس کو پڑھا تھا کہ قید سے رہائی پائی اور خلعت خاص سے مشرف ہوا۔

خوف دور کرنیکا وظیفہ

(۲) مجھ کو اُن لوگوں پر تعجب آتا ہے جو کسی سے ڈرتے ہیں اور حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نہیں پڑھتے۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ۔ پھر اسی کے متعلق حکایت فرمائی کہ ایک بادشاہ تھا بڑا ظالم۔ اُس کے سر میں یہ ہوا بھری کہ خدائی کا دعویٰ کروں۔ ایک دن اُس نے اپنے مشیروں سے پوچھا کہ اس کی کیا ترکیب ہونی چاہیئے۔ ایک وزیر مکار آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ شہر میں جتنے پڑھے لکھے مولوی مُلّا ہیں سب کو قتل کرا دیجیئے۔ جب وُہ نہ رہیں گے تو کوئی اسلام کا نام بھی نہ لے گا اور حضور جاہیں گے ہو جائے گا۔

بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور پھر پوچھا "اَب؟" "بولا" کاتبوں کو بھی مروا دیجیئے تاکہ کُل لکھنا پڑھنا ہی موقوف ہو جائے" اس کی بھی تعمیل کی گئی اور مسلمان گمراہی میں پڑنے لگے۔ المختصر ان کاتبوں میں ایک بزرگ بھی گرفتار ہوئے جو حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے نواسوں میں سے تھے۔ ان کو دیکھتے ہی بادشاہ تخت سے نیچے اُتر آیا اور بڑی معذرت کے ساتھ ان کو رہا کر دیا اور خلعت خاص دیا۔ جب وہ بزرگ چلے گئے تو حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا کہ جب یہ میرے سامنے آئے تو میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں بائیں دو عظیم الشان اژدہے منہ کھولے ہوتے کھڑے ہیں اور آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دے ورنہ ہم تجھے زندہ نگل جائیں گے۔ پھر لوگوں نے ان بزرگ سے

پوچھا کہ آپکی کیوں کر بریت ہو گئی - انہوں نے فرمایا - میں اکثر یہ پڑھا کرتا ہوں حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ۔ پس جو شخص ان کلمات کا ورد رکھے گا اُسے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا -

دشمن کے مکر سے بچنے کا وظیفہ

(۳) بعد ازاں شیخ الاسلام نے ارشاد کیا کہ تیسرے مجھے اُن آدمیوں پر تعجب آتا ہے جو کسی کے مکر سے ڈرتے ہیں اور یہ آیت نہیں پڑھتے اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ کیونکہ ارشادِ باری ہے فَوَقٰہُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِ مَامَکَرُوْا - پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ حضرت خواجہ حسن بصری جس وقت حجاج بن یوسف کے پاس تشریف لیجاتے تھے تو یہی آیت پڑھا کرتے تھے اور حجاج بن یوسف کہا کرتا تھا کہ میں جس قدر حسن بصری سے ڈرتا ہوں اور کسی سے نہیں ڈرتا - جب وُہ تشریف لاتے ہیں میرے تمام اعضا میں لرزہ پیدا ہو جاتا ہے اور مجھے دو شیر اُن کے ساتھ آتے معلوم ہوتے ہیں جو مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں -

جنّت حاصل کرنے کا عمل

(۴) اس کے بعد ارشاد ہوا کہ چوتھے مجھے اُن لوگوں پر تعجب آتا ہے جو بہشت کے مشتاق ہیں اور یہ نہیں پڑھتے مَاشَآءَ اللّٰہُ لَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ - کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ پھر فرمایا کہ میں نے آثار تابعین میں پڑھا ہے کہ ایک نوجوان بے حد فاسق ہمیشہ گناہوں میں مبتلا رہتا تھا مگر سوتے وقت اس کلمے کو بہت پڑھتا تھا - جب وہ مرا تو لوگوں نے اس کو خواب میں بہشت کے اندر پھرتے دیکھا - دریافت کیا تو راز کھلا کہ کلمۂ مذکورہ بالا کے صدقے میں نجات ملی -

عذاب قبر کی آسانی کا وظیفہ

بعد ازاں قبر کے خوف اور منکر نکیر کی ہیبت کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی ارشاد ہوا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں۔ اگر اسے کرو گے تو منکر نکیر سے خوف نہ کھاؤ گے۔ شب جمعہ میں دو رکعت نماز ادا کیا کرو۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص پچاس پچاس بار۔ اس کے بعد فرمایا کہ وُہ اس کے عامل تھے۔ شرح اولیار میں لکھا ہے کہ ان کے انتقال کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا کہو منکر نکیر سے کیا معاملہ رہا؟ انہوں نے جواب دیا کہ پہلے تو مجھ پر ان کی بڑی ہیبت چھائی اور انہوں نے میرے ایک گرز بھی مارا، مگر آخر حکم آیا کہ اس بندے کو چھوڑ دو۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس تصطے (تنگی) کے واسطے بھی کوئی چیز ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ جو شب جمعہ میں دو رکعت نماز پڑھے گا اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ۔ پندرہ بار پڑھے گا وہ اس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ کی خدمت میں حاضر تھا اور بہت سے مشائخ کبار بھی موجود تھے کہ خوف قبر پر گفتگو چھڑ گئی۔ مولانا شہاب الدینؒ نے کہا کہ جو شخص یہ اوراد اپنی کتاب میں لکھ لے اور ان کا وِرد رکھے۔ وُہ قبر کے عذاب سے مامون رہے گا۔ سورۃ واقعہ، سورۃ مزمل، سورۃ والشمس، سورۃ واللیل اور الم نشرح۔ اس کے بعد ایک دوسرے درویش نے فرمایا کہ ایک بزرگ کا انتقال ہوا، جو خاندان چشت سے تعلق رکھتے تھے۔ جب اُن کو سپردِ زمین کر چکے تو اُسی وقت فرشتے نازل ہوئے اور اُن سے سوالات کرنے لگے۔ درویش نے خوب جواب دیئے یہاں تک کہ اس کی قبر منوّر

ہو گئی۔ کسی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا کیا حال ہے ؟ بولے۔ میری حق تعالیٰ نے مغفرت کر دی اور نہایت مہربانی فرمائی اور ارشاد کیا کہ ہم نے تجھ کو اس دُعا کے سبب بخشا ہے۔

فراخیٔ رزق کا وظیفہ

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ احادیث میں ہے کہ جو شخص فرض نماز کے بعد تین بار سورۂ اخلاص اور تین بار درود اور اس کے بعد ایک بار یہ آیت وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۔ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۔ پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے تین نعمتیں عطا فرمائے گا۔ (۱) درازی عمر (۲) مال بسیار (۳) اقبال مندی نیز وہ بے حساب جنت میں داخل ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

شیخ الاسلامؒ یہ بیان فرما رہے تھے کہ اذان ہو گئی۔ شیخ الاسلامؒ نماز میں مشغول ہو گئے اور خلق وداع ہو کر رخصت ہو گئے۔ الحمد للہ علی ذالک

۲۰ ر ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ

حضرت بابا صاحبؒ کی دُعا

سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی۔ پیشت کا وقت تھا اور حضرتؒ جماعت خانے میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک گروہ مسافروں کا حاضر ہوا۔ حضرتؒ نے سب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ہے کہ مولانا نظام الدینؒ جو کچھ تجھ سے چاہیں پائیں۔

درُود شریف کی فضیلت

اس کے بعد دُرود شریف کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔ ارشاد ہوا کہ آثارِ مشائخ میں لکھا ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دُرود پڑھتا ہے وُہ گناہوں سے ایسا پاک ہوجاتا ہے جیسے کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور ایک لاکھ نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اُس کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔

پھر فرمایا کہ صحابہ و تابعین اور مشائخ طبقات نے دُرود شریف کا وظیفہ مقرر کیا تھا۔ اگر کسی دن اُن کا یہ وظیفہ فوت ہوجاتا تو وُہ اپنے تئیں مُردہ سمجھتے اور ماتم کرتے کہ آج کی رات ہم مرگئے تھے۔ اگر زندہ ہوتے تو سرورِ کائنات پر دُرود بھیجتے۔ اس کے بعد ارشاد کیا کہ ایک مرتبہ خواجہ یحییٰ بن معاذ رازیؒ کا وظیفہ دُرود فوت ہوگیا وہ دو تین ہزار بار دُرود شریف پڑھا کرتے تھے۔ خیر جب وہ صبح اُٹھے تو اس طرح ماتم میں مشغول ہوئے کہ گویا سچ مچ کوئی مرگیا لوگ آتے تھے اور استفسارِ حال کرتے تھے۔

یحییٰ بن معاذؒ اسی کیفیت میں مبتلا تھے کہ ہاتف نے آواز دی کہ یحییٰ! جتنا میں تجھے درود پڑھنے کا ثواب دیتا تھا اس سے سو گنا اب دیا گیا اور تیرا نام دُرود پڑھنے والوں میں آج بھی لکھ لیا ہے۔

اس موقع پر شیخ الاسلام چشم پُرآب ہوئے اور یہ حکایت بیان فرمانے لگے کہ ایک شب خواجہ سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضورؐ اپنا روئے مبارک اُن سے چھپاتے ہیں۔ خواجہ سنائیؒ دوڑے اور قدموں کو بوسہ دے کر عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہؐ! میری جان آپ پر قربان! کیا سبب ہے جو آج مجھے یہ محرومی ہو رہی ہے۔ حضورؐ نے خواجہ سنائیؒ کو گلے سے لگا لیا اور فرمایا

کہ بھئی تم نے اِس قدر دُرود خوانی کی ہے کہ مجھ کو تم سے حجاب آتا ہے۔ بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے فرمایا سُبحان اللہ! یہ بھی بندگانِ خدا ہیں جن کی کثرتِ درود خوانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم محبوب ہوتے ہیں۔ ہزار رحمت اُن کی روحوں پر۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ یہودیوں کا ایک گروہ بیٹھا تھا۔ ایک مسلمان فقیر نے آکر اس سے سوال کیا۔ اسی وقت اتفاقاً حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بھی سامنے سے گذرے۔ یہودیوں نے حضرتؓ کو دیکھ کر بطور تمسخر کہا کہ دیکھو شاہِ جوانمرداں آرہے ہیں۔ وہ مسلمان فقیر امیر المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے فقر و فاقے کا حال بیان کرنے لگا۔ حضرتؓ سمجھ گئے کہ اسے میرے پاس آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے، لیکن اس وقت حضرتؓ کے پاس کچھ نہیں تھا۔ حضرتؓ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دس دفعہ درود پڑھا اور اس کی ہتھیلی پر دم کر کے فرمایا مٹھی بند کرلے۔ اس نے تعمیل کی۔ اور یہودیوں کے پاس واپس گیا۔ انہوں نے مٹھی کھلوائی تو اُس میں ایک دینار تھا۔ اُسی روز کئی یہودی مسلمان ہوئے۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ایک دفعہ ہارون الرشید بیمار پڑا اور بیماری کو آدھا سال گذر گیا۔ نزدیک تھا کہ رُوح پرواز کر جائے کہ شیخ ابوبکر شبلیؒ کا ادھر سے گزر ہوا۔ ہارون الرشید کو اس کی اطلاع ملی کہ امام ابوبکر شبلیؒ تشریف لے جا رہے ہیں۔ لوگوں کو بھیجا کہ جس طرح ہو سکے خواجہ کو یہاں لے آؤ۔ چنانچہ حضرتؒ آئے اور ہارون الرشید کو دیکھتے ہی بولے کہ خاطر جمع رکھو اب تم اچھے ہو گئے۔ اور درود شریف پڑھ کر دم کر دیا اور ہاتھ پھیرا۔ ہارون الرشید اسی وقت تندرست ہو گیا۔ آخر معلوم ہوا کہ خواجہ ابُوبکر شبلیؒ نے یہ دُرود دم کیا تھا جس کی برکت سے اُس نے صحت پائی۔ پھر فرمایا کہ یہ پانچوں درود نماز میں پڑھا کرو۔ کیونکہ یہ درود سب درودوں سے افضل اور بہتر ہیں۔ اگرچہ سب درودوں

کا ثواب ایک ہے۔ مگر ہر درود فضیلت جُداگانہ رکھتا ہے اور وہ پانچوں دُرود یہ ہیں :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ ۔ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ ۔ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اَنْ تُصَلّٰى عَلَيْهِ ۔ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا يَنْبَغِي الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ ۔ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَنَا بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ ۔

بعدہ شیخ الاسلامؒ ادام اللہ حرمتہٗ نے فرمایا کہ اس کو افضل اس لیے کہا گیا کہ مولانا فقیہ ابوالحسن زندویؒ نے روضۂ منورہ میں یہی دُرود لکھا ہے اور لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کا جب انتقال ہوا تو لوگوں نے اُن کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جواب ملا کہ مجھ کو اس درود شریف کی برکت سے بخش دیا اور دوسری فضیلت اس درود شریف کی یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضورؐ کے اردگرد صحابۂ کرامؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دائیں جانب بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ آنحضرتؐ نے اُسے حکم دیا کہ ابوبکرؓ سے بالاتر بیٹھو۔ صحابہؓ نے جانا کہ شاید یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اور کس کی اتنی عزت کی جاسکتی تھی آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ شخص مجھ پر اس قدر درود پڑھتا ہے کہ کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا۔ ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! شاید یہ شخص کھانا پینا اور دیگر ضروریات میں مشغول نہ ہوتا ہوگا اور ہر وقت درود خوانی ہی سے غرض رکھتا ہوگا۔ فرمایا کھاتا پیتا بھی ہے اور کاروبار بھی کرتا ہے۔ مگر ایک دفعہ دن میں اور ایک دفعہ رات میں یہ درود پڑھ لیتا ہے (جو اوپر مذکور ہوا)۔

شیخ الاسلامؒ یہی فوائد بیان فرما رہے تھے کہ پانچ درویش حاضر ہو کر قدم بوس ہوئے

فرمان ہوا بیٹھ جاؤ۔ وُہ بیٹھ گئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم مسافر ہیں اور خانۂ کعبہ جانے کی نیت رکھتے ہیں۔ مگر خرچ نہیں۔ کچھ عنایت ہو جائے تو اطمینان سے روانہ ہوں۔ شیخ الاسلامؒ کو فکر ہوئی اور تھوڑی دیر مراقبہ کر کے سر اٹھایا۔ سامنے ایک ٹھیکرے میں خستہ خرمے رکھے تھے۔ اس ٹھیکرے پر دم کر کے درویشوں کو عطا کیا۔ درویش حیران ہوئے۔ حضرتؒ نے اپنی روشن ضمیری سے اُنکی حیرت کا حال معلوم کیا اور فرمایا کہ دیکھو تو سہی۔ اب جو دیکھتے ہیں تو وُہ خرمے نہ تھے۔ سونا تھا۔ آخر شیخ بدرالدین اسحٰقؒ سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلامؒ نے یہی درود پڑھ کر اُس پر دم کیا تھا۔

آیۃ الکرسی کے فضائل

پھر آیۃ الکرسی کے بارے میں گفتگو شروع ہوئی۔ فرمایا کہ جس روز آیۃ الکرسی نازل ہوئی ستر ہزار فرشتے مہتر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آئے تھے اور جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہٖ آلہٖ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اسے باعزاز واکرام لیجئے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ جو میرا بندہ آیۃ الکرسی پڑھے گا ہر حرف کے بدلے ہزار سال کی عبادت کا ثواب پائے گا۔ اور ہزار فرشتے جو کرسی کے پاس کھڑے پڑھ رہے ہیں اُن کا ثواب بھی اُسی کو ملے گا اور اسے اپنے مقربوں میں شمار کروں گا۔

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ فتاوٰی ظہیری میں مرقوم ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی اپنے گھر سے باہر جانے کے وقت آیۃ الکرسی پڑھے خدا تعالیٰ ستر ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اس کے واپس آنے تک اس کے واسطے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ بعد ازاں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ سے

سُنا ہے فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے گھر میں جانے کے وقت آیۃ الکرسی پڑھے گا خدا اُس کے گھر سے فقر و فاقے کو دُور فرمائے گا۔

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے جامع الحکایات میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک درویش کے گھر میں رات کو چور آئے۔ درویش نے آیۃ الکرسی پڑھ کر گھر کا حصار باندھ رکھا تھا۔ چوروں نے جو اُس کے اندر منہ داخل کیا سب کے سب اندھے ہو گئے۔ درویش صاحب بیدار ہوئے اور اس حال کو معلوم کر کے باہر آئے اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے کہا کہ چور ہیں۔ چوری کے واسطے آپ کے ہاں آئے تھے، لیکن قدرت نے ہمیں اندھا کر دیا۔ آپ دُعا فرمایئے کہ ہماری آنکھیں مل جائیں۔ ہم اس کام سے تائب ہو کر آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوتے ہیں۔ درویش نے تبسم فرمایا اور کہا آنکھیں کھولو۔ آنکھیں کھولیں تو اُن میں بینائی تھی۔ اَلحَمدُ لِلّٰہِ عَلیٰ ذٰلِکَ۔

۲۷ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ ہجری

رنج و غم دُور ہونے کی دُعا

دولت قدم بوسی میسر آئی۔ دُعا کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد ہوا میں نے امام محمد شیبانیؒ کی کتاب میں پڑھا ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو کوئی رنج و غم یا کوئی سخت امر حلہ پیش آئے تو اسے چاہیئے کہ جب وہ صبح کی نماز ادا کر چکے تو سو مرتبہ کہے: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ یَا فَرْدُ یَا وِتْرُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ۔

کشایش رزق کی دُعا

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے ارشاد کیا کہ ایک دفعہ میں

میں شیخ الاسلام حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشی رح کی خدمت میں حاضر تھا اور وہاں دعا کے بارے میں باتیں ہو رہی تھیں۔ حضرت قطب صاحبؒ نے فرمایا جس کو معاش کی تنگی ہو وہ اس دعا کا ورد کرے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَا ذَا اِسْمِ الْعِزِّ وَالْمُلْكِ وَالْبَقَاءِ يَا ذَا الْمَجْدِ وَالْعَطَاءِ يَا وَدُوْدُ ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ۔

ہر مہم میں کامیاب ہونے کی دعا

پھر ارشاد ہوا کہ بحالت درماندگی و لاچارگی جو شخص ان کلمات کو ایک ہزار مرتبہ پڑھے گا وہ مہم اس کی ضرور پوری ہو گی۔ اَقْوٰى مُعِيْنٍ وَّاَهْدٰى دَلِيْلٍ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اعمال مقبول ہونے کی دعا

اس کے بعد ارشاد ہوا کہ میں نے تفسیر زاہدی میں دیکھا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کے اعمال مقبول ہوں تو اس کے لئے یہ آیت ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔

دنیا و دین کی بھلائی کی دعا

اگر کوئی چاہے کہ دنیا و آخرت میں بھلائی پائے اور آتش دوزخ سے محفوظ رہے تو یہ آیت پڑھا کرے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

ثابت قدم رہنے کی دعا

اور اگر بڑے بڑے کاموں میں صابر رہنے کا آرزومند ہو اور ہر معاملے میں ثابت قدم اور دشمنوں پر ظفریاب رہنا چاہتا ہو تو یہ آیت مجرب ہے۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا

وَانصُرنَا عَلَى القَومِ الکٰفِرِینَ ۔

اطمینانِ قلب کی دُعا

اور اگر یہ منظور ہو کہ اُس کا دل ایمان اور امان کے ساتھ رہے اور رحمت الٰہی اُس کے شامل حال ہو تو یہ آیت پڑھے۔ رَبَّنَا لاَ تُزِغ قُلُوبَنَا بَعدَ اِذ ھَدَیتَنَا وَھَب لَنَا مِن لَّدُنکَ رَحمَۃً ج اِنَّکَ اَنتَ الوَھَّابُ ۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ ایک روز حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے اور صحابہؓ حضرتؐ کے گرد حاضر تھے اور سابقہ پیغمبروں کا حال بیان ہو رہا تھا کہ ایک صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! میرا دل کیونکر مطمئن ہو کر میں با ایمان جاؤں گا ۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس کے اس سوال پر متفکر ہوئے ۔ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! میں یہ آیت لایا ہوں ۔ جو شخص اس آیت کا ورد رکھیگا اُس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہوگا اور اُمید ہے کہ وہ با ایمان ہی جائے گا ۔ پھر شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ آیت مذکورہ کا نزول اُن صحابی کے التماس ہی پر ہوا تھا

خاصانِ خدا میں شامل ہونے کی دُعا

پھر ارشاد کیا کہ جو شخص دوستانِ خدا میں جمع ہونا چاہے وہ یہ آیت بکثرت پڑھے ۔ رَبَّنَا اِنَّکَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَومٍ لَّا رَیبَ فِیہِ اِنَّ اللہَ لَا یُخلِفُ المِیعَادَ اس کے بعد فرمایا ۔ نہ معلوم پھر کیا وجہ ہے کہ اس سعادت سے لوگ اپنے آپکو محروم رکھتے ہیں ۔

اولاد طلب کرنے کی دُعا

پھر فرمایا جب کسی کو کوئی مہم درپیش ہو یا کسی کا غلام بھاگ گیا ہو یا وہ نیک اور پارسا فرزند کی خواہش رکھتا ہو تو یہ آیت پڑھا کرے ۔ رَبِّ ھَب لِی مِن لَّدُنکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنَّکَ سَمِیعُ الدُّعَآءِ ۔ بعد ازاں فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے یہی آیت پڑھی تھی ۔ جو

خداوند تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا فرزند اُن کو عنایت کیا جو صغر سنی میں ہی خوف الٰہی سے اس قدر رتے تھے کہ رخساروں کا گوشت گل گیا تھا۔ اُن کے والد حضرت زکریاؑ اور انکی والدہؑ انکو سمجھاتیں کہ تم ابھی بچہ ہو تم کو اس قدر خوف کس لئے ہے؟ تو جواب دیتے تھے کہ اے والدہ میں دیکھتا ہوں کہ جب تم ہنڈیا کے نیچے آگ سلگاتی ہو تو پہلے چھوٹی لکڑیاں رکھتی ہو۔ جب اُن میں آگ کی بنیاد مضبوط ہو جاتی ہے اس وقت بڑی لکڑیاں لگاتی ہو تو مجھ کو بھی اندیشہ ہے کہ دوزخ میں پہلے چھوٹوں کو ڈالا جائے گا۔

پھر فرمایا کہ ایک دفعہ میں سیوستان کی طرف سفر کر رہا تھا اور اُس شہر کے بزرگوں کی زیارت کرتا تھا۔ ایک روز حضرت محمد سیوستانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا نہایت بزرگ اور بوڑھے آدمی اور صاحب ولایت تھے۔ سلوک کے متعلق حکایت ہو رہی تھی اور درویش آپس میں بحث کر رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور قدم بوس ہو کر بیٹھ گیا۔ خواجہ محمد سیوستانیؒ نے اپنی روشن ضمیری سے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ایک حاجت مند آیا ہے۔ فوراً وہ قدم بوس ہوا اور عرض کی کہ ہاں۔ فرمایا جا اس آیت کو پڑھا کر۔ خداوند تعالیٰ تجھ کو فرزند صالح عنایت کریگا۔ آیت یہ ہے۔ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔ وہ شخص چلا گیا اور حق تعالیٰ نے اس کو ایسا نیک فرزند عنایت کیا جو صاحب سجادہ ہوا اور جس نے برہنہ پا ستر حج کئے اور اسی نیت میں مرا۔

صالحین کے ساتھ حشر ہونیکی دُعا

بعد ازاں فرمایا کہ "کشاف" میں لکھا دیکھا ہے کہ جب آدمی یہ چاہے کہ اس کا حشر نیک مردوں کے ساتھ ہو اور عرصات قیامت کو دیکھ لے تو یہ آیت پڑھا

کرے۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ؕ پھر حکایت بیان فرمائی کہ بخارا میں ایک شخص فسق و فجور کے سبب مشہور تھا۔ جب وُہ مرا تو اُس کو خواب میں اولیاء اللہ اور دوستانِ خدا کے ساتھ دیکھا۔ تعجب سے پوچھا کہ یہ دولت کہاں سے پائی؟ کہا میں نے تفسیر کشاف میں دیکھا تھا کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے گا وہ نیک مردوں کے ساتھ ہو گا۔ پس اس کو صدق دل سے پڑھتا تھا خداوند تعالیٰ نے جو تھوڑی چیز کا قبول کرنے والا اور بڑی بخشش فرمانے والا ہے۔ میری یہ ذرا سی عبادت قبول فرمائی اور میرے تمام گناہوں کو بخش دیا۔ اب مجھ کو حکم ہے کہ دوستانِ خدا ہی میں رہوں۔ آیت یہی ہے۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ؕ۔

ظالموں سے نجات پانے کی دُعا

پھر شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص ظالموں کے ہاتھ سے نجات پانی چاہے تو لازم ہے کہ اس آیت کا ورد کرے رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا۔ اس آیت کا پڑھنے والا ہمیشہ مظفر و منصور رہے گا۔ بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ غول بیابانی سے مشغول جنگ تھے اور بہت پریشان ہو گئے تھے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور میں عریضہ بھیجا کہ تمام تدبیریں کر لیں اور جو کچھ کہ جنگ کے طریقے تھے بجا لایا۔ جب عریضہ حضورؐ کی خدمت میں پیش ہوا بےحد دل تنگ ہوتے۔ فوراً جبرئیل علیہ السلام یہ پیغام لائے کہ اس آیت کو پڑھیں اس کی برکت سے مظفر و منصور ہوں گے۔

حضورؐ نے یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لکھ کر بھیجدی اور انہوں نے تعمیل ارشاد کی اور غالب ہوئے اُس غول کو زندہ گرفتار کر کے مدینہ میں لائے۔ وہ فتح اسی آیت ہی کی برکت سے ہوئی تھی۔

وسعتِ رزق اور رحمت و برکت نازل ہونے کی دُعا

پھر فرمایا کہ مولانا برہان الدین زاہدؒ صاحب ہدایہ تفسیر زاہدی میں لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ رحمت و برکت اُس پر نازل ہو اور روزی اس کی وسعت پائے اور کسی کا محتاج نہ رہے تو یہ آیت پڑھا کرے رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ پھر فرمایا کہ یہ آیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے بارے میں نازل ہوئی ہے، مگر انہوں نے کفرانِ نعمت کیا تھا۔ خداوند تعالےٰ نے اُن کو جنہوں نے اس مائدے میں سے کھایا تھا کتا اور خنزیر بنا دیا۔

ظلم سے بچنے کی دُعا

پھر فرمایا کہ جب یہ چاہے کہ دنیا و آخرت میں ظالموں کے ساتھ شریک نہ ہو تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

اطمینانِ قلب کی دُعا

پھر فرمایا کہ جو شخص اسلام کے ساتھ اپنی زندگانی خوش خوش گزارنی چاہے وہ یہ آیت بکثرت پڑھا کرے رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

قید سے رہائی کی دُعا

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص کسی ظالم کے ہاتھ میں گرفتار ہو وہ یہ آیت پڑھے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ایمان و اسلام پر خاتمہ ہونے کی دعا

اور اگر چاہے کہ مسلمان مرے اور صالحین کے درجے میں پہنچے تو یہ آیت پڑھا کرے۔ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝ بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ جب ایک مدت کے بعد یعقوب اور یوسف علیٰ نبینا وعلیہم السلام کی ملاقات ہوئی تو یوسف علیہ السلام نے سر سجدے میں رکھ کر یہی آیت پڑھی اور عرض کی خداوندا! تو نے مجھ کو بادشاہ بنایا یہ تیری مرضی تھی۔ میں نے اس کی درخواست نہ کی تھی اب قیامت کے روز بادشاہوں کے ساتھ میرا حشر نہ کیجیو۔ میں بیچارہ مسکین و ضعیف اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ بادشاہوں کے ساتھ میرا حشر ہو۔

آسیب سے محفوظ رہنے کی دعا

پھر فرمایا کہ اگر کوئی شخص جنات کے شر اور ظالموں کے ظلم اور بت پرستی سے محفوظ رہنا چاہے تو یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ اس آیت کا نزول اس طرح ہوا ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے اور صحابہؓ حضور کے گرد بیٹھے ہوئے نصائح سن رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور سلام کر کے عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہؐ! مجھ کو کوئی ایسی چیز بتایئے جس کے باعث میں اور میری اولاد بت پرستوں کے شر سے محفوظ رہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سوچنے لگے کہ اس کو کیا چیز بتاؤں کہ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہؐ!

خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے کہ یہ آیت اس کو تعلیم کیجئے اور حکم دیجئے کہ یہ اس کو بکثرت پڑھا کرے۔ خداوند تعالیٰ اس کو بت پرستوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

کافروں پر فتح یاب ہونے کی دُعا

بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ کفار اس پر حاوی نہ ہوں وُہ یہ آیت پڑھا کرے۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٥

نورِ ایمان کامل ہونے کی دُعا

اور جب یہ چاہے کہ نورِ ایمان اس کے دل میں کامل ہو تو یہ آیت پڑھا کرے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥

بعد ازاں شیخ الاسلام نے یہ فوائد بیان فرما کر دعا گو کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ یہ ساری ترغیب تمہارے واسطے کرتا ہوں کیونکہ پیر مرید کا مشاطہ ہوتا ہے جب تک کہ مرید کو جیسا کہ چاہیئے تمام آلائشوں سے پاک نہ کیا جائے وہ طریقت کا راستہ طے نہیں کر سکتا اور گمراہی سے باہر نہیں نکل سکتا۔

روزانہ پڑھنے کا وظیفہ

بعد ازاں نطق مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص ہر روز ایک بار یہ دعا پڑھتا رہے اور زمانہ ورد میں مر جائے وہ بہشتی ہوگا۔ دُعا یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ

الذُّنُوبَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۔

بعد ازاں اسی محل میں فرمایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ارشاد کرتے ہیں جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ دُعا سُنی ہے ہر فرض کے بعد اس کو پڑھتا ہوں اور میں نے اس کو اپنا ورد بنا لیا ہے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو کسی نے خواب میں ان سے پوچھا کہ خداوند تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا کہ مجھ کو اسی دعا کی برکت سے جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی بخش دیا اور جنت میں جگہ دی۔ بعد ازاں فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت اس دُعا کو پڑھیگا خداوند تعالیٰ اس کی برکت سے شام تک اُس کو ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے گا اور آسمان سے جو بلا نازل ہو گی وہ اس دعا کے پڑھنے والے سے بالا بالا گذر جائے گی۔ لیکن اگر اس شخص میں اخلاص اور صدق نہ ہو گا تب وُہ اس کے اوپر آ جائے گی اور میں نے یہ خواص حضرت شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشی رح کی زبان مبارک سے سُنے ہیں اور ہر شخص کو لازم ہے کہ کسی وقت دعا کے پڑھنے اور استماعت چاہنے سے خالی نہ رہے۔

دُوسری دُعا

پھر شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شیخ ابوطالب مکی رحمتہ اللہ علیہ قُوْتُ الْقُلُوْب میں لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو شخص یہ دُعا پڑھے گا رات تک کسی بلا میں مبتلا نہ ہو گا۔ دُعا یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۞ مَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَّاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا۔ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ غَیْرِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِہَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

تیسری دُعا۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ قاضی امام شعبیؒ نے اپنی کتاب "کفایہ" میں یہ حکایت لکھی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بوڑھے زاہد کے پاس نوجوان وحسین کنیزک تھی۔ زاہد چونکہ بوڑھا تھا کنیزک اُس سے محبت نہ کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی طرح اس کے ہاتھ سے نجات پائے۔ ایک پڑوسن بڑھیا نے اُس سے کہا کہ میں تجھ کو زہر ہلاہل تیار کر دیتی ہوں۔ روزہ افطار کرنے کے وقت زاہد کو دیدیجیو۔ کنیزک نے ایسا ہی کیا اور تمام رات منتظر رہی کہ زاہد کس وقت مرتا ہے۔ جب صبح ہوئی اور دیکھا کہ زاہد کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا اس سے نہ رہا گیا اور زاہد سے عرض کی کہ تمہارا جی چاہے مجھ کو رکھو یا مارو۔ میں نے تم کو زہر ہلاہل دیا تھا۔ کیا سبب ہے کہ اُس نے تم پر اثر نہ کیا؟ زاہد نے متبسّم ہو کر فرمایا کہ میرے پاس ایسی دُعا ہے کہ ایک زہر کیا کوئی چیز مجھ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی اور وُہ یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

دُعا کی شرائط

بعد ازاں شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا کہ شرائط اسباب دعا کے بہت ہیں اگر

سب کو بیان کروں تو بات طول ہو جائے۔ مگر پہلی شرط یہ ہے کہ خداوند جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کے نام پاک سے شروع کی جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ کُلُّ اَمرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَءْ فِیْہِ بِبِسْمِ اللّٰہِ فَھُوَ اَبْتَر۔ (یعنی جو بڑا بھاری کام اللہ کے نام کے ساتھ شروع نہیں کیا گیا وہ بے برکت ہے یعنی بخیر و خوبی انجام نہیں پاتا) پس لازم ہے کہ پہلے بسم اللہ پڑھے پھر دعا کرے تاکہ قبول ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ اپنی عورتوں کو آواز دار زیور مثل پازیب وغیرہ کے نہ پہننے دے۔ کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ خداوند تعالیٰ اُن لوگوں کی دعا قبول نہیں فرماتا ہے جو اپنی عورتوں کے آواز دار زیور پہننے سے خوش ہوتے ہیں۔

تیسری شرط یہ ہے کہ دُعا کے آغاز و اتمام پر صدقہ دے۔ جیسا کہ امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ اُن کی کسی بادشاہ سے کوئی حاجت تھی اور اُس کے واسطے جا رہے تھے۔ ایک درویش کو صدقہ دیا اور کہا کہ دعا کیجیئے میری حاجت پوری ہو جائے۔ کیونکہ جو شخص بادشاہ کے پاس جاتا ہے اُس کے واسطے ضروری ہے کہ پہلے دربان کو کچھ دے اور درویش خدا کا دربان ہے۔ جب یہ راضی ہوا تو حاجت بھی پوری ہو گئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

غرۂ محرم ۶۵۶ھ ہجری

ماہ محرم کے فضائل اور دعائیں

دولت قدمبوسی میسر ہوئی اُس دن کی تمام مخلوق چھوٹے بڑے اور مشائخ و درویش و ساکین آتے تھے اور شیخ الاسلامؒ کے دست مبارک کو بوسہ دیتے تھے اور حضرت

شیخ الاسلامؒ مصلّے کے نیچے ہاتھ ڈال کر روپیہ پیسہ جو جس کی تقدیر کا ہوتا نکال کر عنایت فرما رہے تھے اور لوگ جو شیرینی لاتے تھے اُس کا ایک انبار لگا ہوا تھا۔ تھوڑی تھوڑی درویشوں کو بھی دی جا رہی تھی۔ اُس روز شہر کا کوئی شخص مسافر یا متوطن زیارت سے محروم نہ رہا۔ حضرت شیخ الاسلامؒ کی یہ رسم تھی کہ ہر ماہ کے عزے کو اسی طرح کیا کرتے تھے

بعدازاں شیخ عبداللہ محمد بن احمد بلخی جو واصلانِ حق میں سے تھے۔ شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدم بوسی کر کے بیٹھ گئے۔ شیخ الاسلامؒ مراقبے میں تھے اُسی وقت ذکر کرنے لگے اور اس قدر ذکر کیا کہ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت شیخ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ کا خرقہ آپ کے اوپر ڈالا گیا۔ تب تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے۔ حاضرین نے قدم بوسی کی۔ عبداللہ بلخی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم نے دیکھا ہمارے بھائی بہاء الدین زکریا ملتانی اس بیابانِ فنا سے شہرستانِ بقا کی طرف کوچ فرما گئےؒ۔ مگر میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں اسی وقت انتقال کیا ہے۔ آیئے نمازِ جنازہ پڑھ لیں۔ پھر شیخ الاسلامؒ اور حاضرین نے نمازِ جنازہ ادا کی۔

بعدازاں فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے غائب کی نمازِ جنازہ پڑھنی منقول ہے۔ کیونکہ جب امیر المؤمنین سید الشہدا حضرت حمزہ اور دیگر صحابہؓ شہید ہوئے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہر ایک کی نمازِ جنازہ غائبانہ پڑھی تھی۔ پس لازم ہے کہ ہم بھی پڑھیں۔

اس کے بعد عزہ ماہ محرم کی فضیلت میں گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا کہ اس عشرے کے اندر بجز طاعت و تلاوت اور نماز و دعا کے کسی کام میں مشغول نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اس عشرے میں قہر جاتا رہتا ہے اور رحمتِ الٰہی بکثرت نازل ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس عشرے

میں بہت سے طبقات مشائخ نے گریہ وزاری و نیاز اپنے اوپر لازم کیا ہے۔

پھر فرمایا تم نہیں جانتے ہو کہ اس عشرے میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کیا گزری تھی اور حضورؐ کے فرزندان کیسے زار و نزار ہوئے تھے اور بعض تو پیاس ہی سے ہلاک ہو گئے تھے اور پانی کا ایک قطرہ بدبختوں نے ان صاحبزادوں کو نہ دیا تھا۔ جب شیخ الاسلامؒ اس کلام پر پہنچے تو ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ کیسے سنگدل اور بے عاقبت اور بے سعادت اور نامہربان تھے۔ جانتے تھے کہ یہ بادشاہ دین و دنیا کے فرزند ہیں اور پھر اُن کو اس بے کسی کے ساتھ شہید کرتے تھے اور اتنا خیال نہ آتا تھا کہ کل قیامت کے روز حضرت خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے۔ الغرض فرمایا کہ شروع سال غرّہ ماہ محرم میں یہ دعا پڑھنی آئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ الْاَبَدِيُّ الْقَدِيْمُ وَهٰذِهٖ سَنَةٌ جَدِيْدَةٌ ۝ اَسْاَلُكَ فِيْهِ الْعِصْمَةَ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ وَالْاَمَانَ مِنَ الشَّيْطٰنِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَيْنٍ وَّمِنَ الْبَلَايَا وَالْاٰفَاتِ فَذٰلِكَ وَنَسْاَلُكَ الْعَوْنَ وَالْعَدْلَ عَلٰى هٰذِهِ النَّفْسِ الْاَمَّارَةِ بِالسُّوْٓءِ وَالْاِشْتِغَالَ بِمَا يُقَرِّبُنِيْٓ اِلَيْكَ يَا بَرُّ يَا رَءُوْفُ يَا رَحِيْمُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۝

پھر اسی محل میں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام معین الدین سنجری قدس اللہ سرہٗ کے اوراد میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہِ محرم کی پہلی شب میں چھ رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور اخلاص دس بار اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں فاتحہ ایک بار اور سورۂ یٰسین ایک بار پڑھے۔ خداوند تعالیٰ اُس کو

بہشت میں دو ہزار محل عنایت فرمائے گا۔ ہر محل میں دو ہزار دروازے یاقوت کے اور ہر دروازے میں ایک تخت زبرجد سبز کا بچھا ہوگا اور ایک حور اُس پر جلوہ افروز ہوگی اور یہ نماز چھ ہزار بلاؤں کو دور کرتی ہے اور چھ ہزار نیکیاں اُس کے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

پھر شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ میں نے کفایہ امام شعبیؒ میں لکھا دیکھا ہے کہ جو شخص ماہ محرم میں ہر روز سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھا کرے گا۔ خداوند تعالیٰ اس کو آتش دوزخ سے رہائی دیگا وہ کلمہ یہ ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا رَادَّ لِمَا قَضَیْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ۔ پھر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے مُنہ پر پھیر لے۔ حق تعالیٰ اُس کو گناہوں سے ایسا پاک کر دیگا گویا ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہے۔ شیخ الاسلامؒ یہ فوائد بیان فرما رہے تھے کہ نماز کی اذان ہوئی۔ شیخ الاسلامؒ نماز میں مشغول ہوئے۔ مخلوق اور دعاگو واپس آتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔ کہ یہ نعمت حاصل ہوئی۔

۱۰ ، ماہ محرم ۶۵۶ھ

عاشورے کی فضیلت اور اعمال

دولت قدم بوسی نصیب ہوئی۔ شمس دبیر اور شیخ جمال الدین ہانسوئیؒ اور شیخ بدرالدین غزنویؒ اور عزیزانِ دیگر حاضر تھے۔ روز عاشورہ کی برکت کے بارے میں

گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ مَنْ صَامَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ فَكَاَنَّمَا صَامَ الدَّهْرَ كُلَّهٗ، یعنی جس نے عاشورہ کے روز روزہ رکھا اس نے گویا تمام سال روزے رکھے۔

بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ شب عاشورہ میں چار رکعت نماز پڑھنی چاہیئے۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک بار اور آیۃ الکرسی تین بار اور سورۃ اخلاص دس بار اور جب نماز سے فارغ ہو تو سو مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے۔

پھر فرمایا کہ شیخ الاسلام عثمان ہارونیؒ کے اوراد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روز عاشورہ میں آفتاب طلوع ہونے کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے اور جو سورتیں یاد ہوں پڑھے۔ ثواب بہت ہے۔ پھر یہ دُعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ يَا اَوَّلَ الْاَوَّلِيْنَ يَا اٰخِرَ الْاٰخِرِيْنَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَوَّلَ مَا خَلَقْتَ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَاٰخِرَ مَا تَخْلُقُ فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ اَعْطِنِيْ فِيْهِ خَيْرَ مَا اَدَّيْتَ فِيْهِ بِاَنْبِيَاءِكَ وَاَصْفِيَاءِكَ مِنَ النَّوَاسِبِ وَالْبَلَايَا وَاَعْطِنِيْ مَا اَعْطَيْتَهُمْ فِيْهِ مِنَ الْكَرَامَةِ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ ط

بعد ازاں فرمایا کہ شیخ الاسلام قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ کے اوراد میں خاص اُنہی کے ہاتھ کا لکھا ہوا میں نے دیکھا ہے کہ روز عاشورا میں چھ رکعت نماز پڑھے۔ ہر رکعت میں فاتحہ اور والشمس اور اِنَّا اَنْزَلْنَا اور اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ اور اخلاص اور معوذتین سب ایک ایک بار پڑھے۔ پھر سلام کے بعد سجدے میں سر رکھ کر قُلْ يَا اَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھے اور حاجت چاہے، روا ہوگی۔

پھر فرمایا کہ اُسی میں لکھا دیکھا ہے کہ عاشورا کے روز ستر بار پڑھے۔ حَسْبِيَ اللّٰهُ

وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ حق تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور اولیاء اللہ و مشائخ کبار کے زمرے میں اس کا نام درج فرمائے گا۔ پھر اسی محل میں فرمایا کہ پہلے زمانے میں ایک شخص کفن چوری کیا کرتا تھا اور قریباً دو ہزار دوسو آدمیوں کے کفن اس نے چرائے تھے۔ الغرض اس کام سے اس نے حضرت خواجہ حسن بصری کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت خواجہ نے دریافت کیا کہ تو نے قبروں میں مسلمانوں کا کیا حال دیکھا؟ عرض کی کہ سب کا حال بیان کرنا تو نہایت مشکل ہے دو تین واقعے عرض کرتا ہوں۔ ایک قبر جو میں نے کھولی تو دیکھا کہ اس میں ایک شخص ہے جس کا چہرہ نہایت سیاہ ہے اور ہاتھ پیروں میں اُس کے آگ کی زنجیریں بندھی ہوئی ہیں اور اُس کے مُنہ سے پیپ اور خون جاری ہے۔ اس قدر بدبوآتی تھی کہ دماغ پریشان ہوگیا اور میں وہاں سے اُلٹا پھرا۔ اُس مردے نے مجھ کو آواز دی کہ کیوں بھاگتا ہے۔ یہاں آ اور میرا حال دریافت کر اور سُن کہ میں کیا کام کرتا تھا۔ جس کے سبب سے اس بلا میں مبتلا ہوا۔ میں پھر اُس کی قبر میں گیا اور دیکھا کہ فرشتگانِ عذاب نے اُس کی گردن میں زنجیریں باندھ رکھی ہیں اور بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں مسلمان اور مسلمان کا فرزند ہوں مگر میں شراب خوار اور زانی تھا۔ اور اُسی بدمستی کی حالت میں مرگیا اور اس ذلت میں گرفتار ہوا۔

پھر میں نے دوسری قبر کھودی تو دیکھا ایک شخص سیاہ رو برہنہ کھڑا ہے اور چاروں طرف اُس کے آگ روشن ہے اور زبان اس کی باہر نکلی ہوئی ہے اور فرشتے اس کی گردن میں زنجیریں باندھے ہوئے کھڑے ہیں۔ اِس شخص نے مجھ کو دیکھتے ہی فریاد کی کہ جناب تھوڑا سا پانی مجھ کو پلائیے کہ میں پیاس کے مارے عاجز ہوگیا ہوں۔ اس کے یہ بات کہتے ہی میں نے چاہا کہ پانی دوں۔ فرشتوں نے دھمکایا کہ خبردار اس تارکِ نماز کو پانی نہ دیجیو۔ کیونکہ خدا

کے حکم کے خلاف ہوگا۔ پھر میں نے اُس شخص سے دریافت کیا کہ تو کیا کام کرتا تھا؟ اس نے کہا میں مسلمان تھا مگر کبھی میں نے خدا کی اطاعت نہیں کی اور میری طرح بہت سے لوگ عذاب میں گرفتار ہیں۔

پھر اس کے بعد میں نے ایک اور قبر کھودی۔ دیکھا کہ ایک جوان ایسا خوبصورت جس کے حُسن کا بیان نہیں ہوسکتا اور اردگرد اُس کے سبزہ زار تھا اور چشمے بہ رہے تھے اور اس کے سامنے حُورانِ بہشتی تخت پر بیٹھی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ اے نوجوان تُو کون ہے؟ اور کیا کام کرتا تھا؟ اور کس عمل سے تو نے یہ درجہ پایا؟ اس نے کہا اے شخص! میں تم ہی جیسا تھا لیکن ماہ محرم میں عاشورہ کے روز میں نے ایک واعظ سے سُنا تھا کہ جو شخص چھ رکعتیں پڑھے خدا تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے۔ پس ہمیشہ ان کو میں پڑھتا تھا۔ پھر شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص شب یا روزِ عاشورہ میں دشمنی دور کرنے کے لیے چار رکعت نماز پڑھے خداوند تعالیٰ اس کو مُنکر و نکیر کے سوال سے محفوظ رکھے گا اور اُس کے دشمنوں کو اس سے خوشنود کرے گا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

۱۷، ماہ صفر ۶۵۶ھ ہجری

عطائے خرقہ خاص و رخصت

دولت پائے بوسی حاصل ہوئی۔ دعا گو چند روز کے واسطے ہانسی میں شیخ محمد ہانسویؒ کے پاس چلا گیا تھا جو حضرت قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ کے یارانِ اعلیٰ میں تھے حضرت شیخ الاسلامؒ کی دولت پائے بوسی حاصل ہوئی فرمان ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گیا اور جو مکتوب شیخ برہان الدینؒ نے دیا تھا پیش کیا خود مطالعہ فرمایا پھر ارشاد کیا کہ بہت دیر کر دی۔ بندے نے سر زمین پر رکھ کر عرض کی کہ تن خاکی وہاں تھا۔ مگر دل یہیں۔ پھر فرمایا

ہاں یونہی ہے جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تم پر ہمارا اشتیاق غالب تھا اور تم کہتے تھے کہ اگر میرے پر ہوں تو اُڑ کر چلا جاؤں اور خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ شیخ کا مرید اور فرزند ایسا ہونا چاہیئے جیسے کہ مولانا نظام الدین ہیں۔

پھر مجھ سے ارشاد کیا کہ تم نے ایک خط بھی لکھا تھا جس میں اشتیاق پائے بوسی بہت تھا اور تم نے ایک بیت بھی لکھی۔ جس کو میں نے یاد کر لیا تھا اور جب تم یاد آتے ہو تو میں اس بیت کو پڑھ لیتا ہوں۔ بے نظیر ہے۔ اگر تم پڑھو تو میں سنوں۔ میں نے قدم بوس ہو کر یہ بیت پڑھی ؎

زانگاہ کہ بندۂ تو دانند مرا　　بر مردمکِ دیدہ نشانند مرا
لطفِ عامت عنایتے فرمودہ است　　ورنہ کیم از کجا چہ دانند مرا

میں نے جب یہ بیت پڑھی۔ شیخ الاسلام پر رقت طاری ہوئی اور بے حد و نہایت رقص فرمایا یعنی چاشت سے دو پہر تک اس وجد و کیف میں مصروف رہے۔

جب اس سے فارغ ہوئے تو خرقہ خاص اور عصا اور مصلےٰ اور نعلین چوبی مرحمت فرمائیں اور دعا گو کو پہلو میں لے کر فرمایا کہ مولانا نظام الدین نزدیک ہے کہ میں تم کو رخصت کروں اور پھر تمہارا دیدار نہ دیکھوں۔ پس اب جاؤ کہ اسی روز تمہاری رخصت ہے مگر اور چند روز بھی رہنا چاہیئے کیوں کہ دیدار غنیمت ہے۔ پھر چشم پُر آب کی اور رو رو کر یہ بیت پڑھی۔

دیدارِ دوستانِ موافق غنیمت است　　چوں یافتیم حیف بود گر رہا کنیم

ماہ صفر میں بلاؤں سے بچنے کے اعمال

بعد ازاں ماہ صفر کی نسبت گفتگو ہونے لگی۔ فرمایا نہایت

سخت اور گراں مہینہ ہے۔ کیوں کہ جب ماہ صفر آتا تھا تو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تنگ دل ہوتے تھے اور جب یہ نکل جاتا تھا تو آپ خوشی کرتے تھے اور حضورؐ کا یہ تغیر ماہ صفر کی گرانی اور سختی کے باعث سے ہوتا تھا۔

پھر ارشاد ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ کو ماہِ صفر کے ختم ہونے کی بشارت دی میں اس کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔ مَنْ بَشَّرَ فِیْ بِخُرُوْجِ الصَّفَرِ اَنَا بَشَّرْتُهٗ بِدُخُوْلِ الْجَنَّةِ۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ خداوند تعالیٰ ہر سال دس لاکھ اسی ہزار بلائیں آسمان سے بھیجتا ہے جن سے خاص اس مہینے میں نو لاکھ بیس ہزار نازل ہوتی ہیں۔ اس مہینے میں دعا اور عبادت کے اندر مشغول رہنا چاہیے تاکہ بلا سے کچھ نقصان نہ پہنچے۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک بزرگ سے سنا ہے جو شخص چاہے کہ ماہِ صفر کی بلاؤں سے محفوظ رہے۔ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الزَّمَانِ وَاَسْتَعِیْذُ مِنْ شُرُوْرِ الْاَزْمَانِ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِجَلَالِ وَجْهِكَ وَكَمَالِ قُدْرَتِكَ اَنْ تُجِیْرَنِیْ مِنْ فِتْنَةِ هٰذِهِ السَّنَةِ وَمَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ فِیْهَا وَاَكْرِمْنِیْ بِالْفَقْرِ بِاَكْرَمِ النَّظَرِ وَاخْتِمْهُ بِالسَّلَامَةِ وَالسَّعَادَةِ لِاَهْلِیْ وَاَوْلِیَائِیْ وَاَوْقَرْبَائِیْ وَجَمِیْعِ اُمَّةِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

بعد ازاں اسی محل میں فرمایا کہ ماہِ صفر کی پہلی شب میں کل مسلمانوں کی حفاظت کے واسطے عشاء کی نماز کے بعد چار رکعتیں پڑھے۔ پہلی میں فاتحہ کے بعد قل یا ایھا الکفرون۔

پندرہ بار اور دوسری میں فاتحہ کے بعد اخلاص گیارہ بار اور تیسری میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پندرہ بار اور چوتھی میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پندرہ بار۔ پھر سلام کے بعد کئی بار اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ پڑھ کر اس کے بعد ستر مرتبہ درود شریف پڑھے۔ چونکہ یہ نماز قبل از وقت پڑھی جاتی ہے۔ خداوند تعالیٰ اُن تمام بلاؤں سے جو اس روز نازل ہوں گی محفوظ رکھتا ہے۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ میں نے شرح شیخ الاسلام شیخ معین الدین چشتیؒ میں لکھا دیکھا ہے کہ ماہِ صفر کے آخری روز تین لاکھ بیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں یہ دن سب دنوں سے زیادہ سخت ہے۔ اس واسطے آخری چہار شنبے کو چار رکعت نماز ادا کرے خداوند تعالیٰ اُس کو تمام بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور سال آئندہ تک کوئی بلا اس کے پاس نہ آئے گی۔ دُعا یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا شَدِیْدَ الْقُوٰی وَیَا شَدِیْدَ الْمِحَالِ یَا مُفَضِّلُ یَا مُکْرِمُ یَا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

پھر فرمایا جو لوگ بلا میں مبتلا ہوتے ہیں وہ اسی ماہ صفر میں ہوتے ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسی ماہِ صفر میں گیہوں کھایا تھا جو بہشت سے نکالے گئے اور ایک خطا کے سبب تین سو برس روتے رہے۔ تمام گوشت پوست اُن کا گل کر جھڑ گیا تھا۔ تب حکم ہوا کہ توبہ کرو میں قبول کروں گا۔ غرضیکہ یہ ساری زحمت ماہ صفر ہی سے شروع ہوئی تھی۔

پھر اسی کے مناسب فرمایا کہ وہب ابن منبہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ قابیل اور ہابیل دونوں بھائیوں نے ماہ صفر میں حضرت آدم علیہ السلام سے شکار کی اجازت

چاہی۔ حضرت آدمؑ نے اُن کو منع کیا کہ ماہ صفر میں باہر نہ جاؤ۔ مگر انہوں نے حضرت کا کہنا نہ سُنا۔ الغرض جب یہ جنگل میں پہنچے تو دونوں بھائیوں میں کسی بات پر تکرار ہوئی اور قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ پھر پشیمان ہوا کہ مجھ سے یہ کیا حرکت ہوئی۔ یہ خبر حضرت آدم علیہ السلام کو پہنچی۔ حضرتؑ کو بہت رنج ہوا۔ اُسی وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کی کہ اے آدمؑ حکم الٰہی ہے کہ ہابیل کی اولاد سے تمام لوگ مسلمان ہونگے اور قابیل کی اولاد سے تمام یہودی اور آتش پرست اور کافر ہوں گے کیونکہ اس نے ماہ صفر میں اپنے بھائی کو ہلاک کیا ہے۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ نوح علیہ السلام کی قوم اسی ماہ صفر میں طوفان کے اندر غرق اور ہلاک کی گئی تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صفر کی پہلی تاریخ کو آگ میں ڈالا گیا تھا اور ماہِ صفر ہی میں ایوب علیہ السلام کیڑوں کی بلا میں مبتلا ہوئے تھے اور حضرت زکریا علیہ السلام پر جس روز آرہ چلایا گیا ہے وہ بھی ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ تھا۔ اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حلق پر جو چھُری چلی ہے تو اسی ماہ صفر میں اور اسی ماہ صفر میں حضرت جرجیس علیہ السلام کے سات ٹکڑے کیے گئے اور یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بند ہوئے۔

بعد ازاں شیخ الاسلام ادام اللہ برکاتہ نے چشم پُر آب کی اور ایک نعرہ مار کر بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمایا کہ حضرت سلطانِ انبیاءؐ کو جو زحمت لاحق ہوئی اور رحلتِ حق سے پیوست ہوئے تو یہی ماہ صفر تھا پھر فرمایا کہ اسی طرح تمام انبیاء پر جو بلائیں نازل ہوئیں ہیں اسی ماہِ صفر میں ہوئی ہیں۔ یہ مہینہ بہت سخت ہے حق تعالیٰ ہم کو اور تم کو اور کل مسلمانوں کو اس مہینے کی گرانی سے اپنی امان اور حفاظت میں رکھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ ۔

۲۷ ماہ صفر ۶۵۶ھ

مجاہدۂ نفس

دولت پائے بوسی میسر آئی۔ عزیزانِ اہلِ سلوک مثلاً شیخ برہان الدین ہانسویؒ اور شیخ ملہو لاہوریؒ اور شیخ جمال الدین ہانسویؒ علیہم الرحمتہ والغفران حاضر تھے اور چند اور صوفی بھی خاندان چشت کے آئے ہوئے تھے اور مجاہدے کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ ارشاد کیا کہ حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ سے کسی نے ان کے مجاہدے کی نسبت سوال کیا۔ فرمایا کہ میں بیس سال عالمِ تفکر میں ہوا کے اندر آنکھیں کھولے کھڑا رہا ہوں اور ان بیس سال میں کبھی بیٹھنا اور اٹھنا اور سونا مجھ کو یاد نہیں۔ میرے پیروں سے خون جاری ہوگیا تھا اور پیر ورم کر گئے تھے۔ پھر اس کے بعد دو سال عالمِ محو میں رہا اور کبھی نفس کو سیر ہو کر پانی نہیں پلایا۔ صرف ایک ہفتے یا مہینے میں دو درم کے اندازے سے دیتا تھا۔ پھر اس کے بعد نفس کو انار شریں کی خواہش ہوئی میں ہر روز اس سے وعدہ کرتا رہا یہاں تک کہ دس سال گزر گئے۔ تب نفس نے فریاد کی کہ تمہارا وعدہ کب پورا ہوگا۔ میں نے کہا آخری وقت میں۔ اگر اپنے مجاہدے کی مفصل کیفیت بیان کروں تو اس کے سننے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔ جو معاملے کہ میں نے اپنے اور اپنے نفس کے ساتھ کیے ہیں تم ان کا یقین نہیں کر سکتے۔ الغرض جب ستر برس اسی طرح سے گذر گئے درمیان سے حجاب اٹھ گیا اور آواز آئی کہ اندر آؤ تم نے ہمارے کام میں کوئی کسر نہیں رکھی لہذا واجب ہوا کہ ہم بھی تم پر تجلی کریں۔ اس آواز کے آتے ہی خواجہ بایزیدؒ نے نعرہ مارا اور جان بحق تسلیم کی۔ بعد ازاں شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ حضرت بایزیدؒ

کے انتقال کا یہ واقعہ ہے اور فرمایا کہ جو مجاہدہ کرتا ہے۔ وہی مشاہدے کو جانتا ہے اور یہ شعر زبان مبارک سے فرمایا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نگنجد ہرگز

پھر اسی محل میں فرمایا کہ ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ مجاہدہ کیا ہے؟ فرمایا نفس کو مارنا۔ یعنی اس کی مراد پوری نہ کرنا اور وہ طاعت اختیار کرنا جس سے نفس راضی نہ ہو

پھر اسی محل میں فرمایا کہ خواجہ ابو یوسف چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے نفس سے فرمایا کہ اے نفس اگر آج کی رات تو میرا ساتھ دے تو میں دو رکعت نماز میں قرآن شریف ختم کروں۔ روز اسی طرح کرتے رہے آخر ایک دن نفس نے موافقت نہ کی اور حضرتؒ کی دو رکعتیں فوت ہو گئیں۔ دوسرے روز حضرتؒ نے مناجات کے وقت عہد کیا کہ بیس سال تک نفس کو سیر ہو کر پانی نہ دوں گا۔ کیونکہ اس شب جو نفس نے کاہلی کی تھی اس کا سبب یہی تھا کہ اس نے سیر ہو کر پانی پیا تھا۔

پھر اسی محل میں فرمایا کہ شاہ شجاع کرمانی چالیس سال نہ سوتے تھے۔ بعد چالیس سال کے ایک شب حضرت رب عزت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ پھر جہاں جاتے کپڑا اوڑھ کر لیٹ رہتے کہ پھر وہ دولت حاصل ہو۔ ہاتف نے آواز دی کہ اے شاہ شجاع وہ دیدار چالیس سال کی بیداری کا نتیجہ تھا۔ اب چالیس سال اور بیدار رہو تب وہ نصیب ہو۔ پھر شیخ الاسلامؒ نے چشم پُرآب کی اور فرمایا کہ جب شاہ شجاع کرمانی کے انتقال کا وقت قریب پہنچا تو جس روز کہ حضرت انتقال کرنے والے تھے ایک ہزار رکعت نماز حضرت نے ادا کی اور مصلّے ہی پر سو رہے۔ خواب میں حضرت ذوالجلال کی زیارت ہوئی اور حکم ہوا کہ اے شاہ شجاع آنا چاہتے ہو یا ابھی کچھ دن اور رہو گے؟ عرض کی کہ خداوندا اب رہنے کی تاب نہیں ہے۔ میں تو آؤں گا۔ چنانچہ اسی

وقت بیدار ہوئے اور وضو کر کے دوگانہ پڑھا۔ عشار کی نماز کا وقت تھا کر سر بسجدہ ہو کر جاں بحق تسلیم کی۔ شیخ الاسلامؒ نے ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو یہ شعر آپ کی زبان پر جاری ہوا ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند   کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

بعد ازاں فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت بایزیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ اپنے مجاہدے کا کچھ حال بیان کیجیئے۔ فرمایا: اگر تھوڑا سا بھی بیان کروں تو تم اس کو سن نہیں سکتے، مگر میں تمہاری درخواست سے بہت تھوڑا بیان کرتا ہوں۔ ایک شب میں نے نفس کو عبادت کے واسطے طلب کیا۔ نفس نے سستی کی۔ کیونکہ اُس شب اس نے عادت سے زیادہ دو کھجوریں کھائی تھیں۔ غرض کہ نفس نے میرا ساتھ نہ دیا۔ جب دن ہوا تو میں نے عہد کیا کہ عرصے تک خرما نہ کھاؤں گا۔ چنانچہ پندرہ برس خرما نہیں کھایا اور نفس اس کی آرزو ہی میں رہا اور کہنے لگا کہ جو کچھ حکم دو گے میں تابعدار ہوں۔ تب میں نے خرمے خرید کر اس کو کھلائے اور وہ مطیع ہو گیا۔ جو کچھ میں اُس کو حکم دیتا تھا وہ بجا لاتا تھا بلکہ اُس سے زیادہ کرتا تھا۔

پھر فرمایا کہ خواجہ ذوالنون مصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنا مجاہدہ کہاں تک پہنچایا ہے؟ فرمایا یہاں تک کہ دو دو اور تین تین سال ہو جاتے ہیں۔ میں نفس کو سیر ہو کر پانی نہیں دیتا۔ چنانچہ اب دس سال ہو گئے ہیں کہ اس کو پانی نہیں دیا ہے اور جب تک کہ ہر شب میں دو ختم قرآن شریف کے نہیں کر لیتا اور کسی کام میں مشغول نہیں ہوتا۔ بعد ازاں خواجہ ذوالنون مصریؒ کے انتقال کی حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز خواجہ اپنے یاروں کے ساتھ تشریف رکھتے تھے اور اولیاء اللہ کے انتقال فرمانے کا ذکر ہو رہا تھا کہ ایک شخص سبز لباس پہنے ہوئے اور ایک سیب ہاتھ میں لیے ہوئے آیا۔ نہایت خوبرو اور نیک سیرت۔ فرمان

ہوا کر بیٹھ جاؤ اور خواجہ ذوالنون مصری ؒ ہر بار اُس شخص سے فرماتے تھے کہ خوب آئے اور بہت اچھے آئے۔ پھر وُہ سیب اُس شخص نے خواجہ کو دیا۔ خواجہ نے اُس سیب کو دونوں ہاتھوں میں لے کر تبسم کیا اور فرمایا کہ آپ تشریف لے جائیے۔ جب وُہ چلا گیا تو خواجہ نے لوگوں کو بھی معذرت کے ساتھ رخصت کیا۔ پھر قبلہ رُو ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ جب ختم کر چکے تو اس سیب کو سونگھا اور جاں بحق تسلیم کی۔ بعد ازاں جب خواجہ کا جنازہ مسجد کے آگے لائے نماز کا وقت تھا اور موذن اذان کہہ رہا تھا جب اس نے کہا اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ خواجہ نے کفن سے ہاتھ باہر نکالے اور انگشت شہادت کھڑی کر کے فرمایا۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً الرَّسُوْلُ اللہِ۔ ہر چند لوگوں نے چاہا کہ انگلی کو نیچا کریں مگر نہ ہو سکی اور آواز آئی کہ اے مسلمانو! خواجہ ذوالنون ؒ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پر اٹھائی ہے وہ اس وقت تک نیچی نہ ہو گی جب تک آنحضرت ؐ کا ہاتھ اُسے نہ پکڑے گا۔ بعد ازاں شیخ الاسلام ؒ نے یہ شعر پڑھا اور خوب روئے ؎

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند　　کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

بعد ازاں فرمایا کہ جب خواجہ سہیل بن عبداللہ تستری ؒ کا انتقال ہوا اور خواجہ کا جنازہ لے کر باہر آئے تو شہر تستر کے یہودی جو بے حد منکر تھے اُن کا سردار برہنہ پا حاضر ہوا اور کہا جنازے کو نیچے اُتارو کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ جب جنازہ نیچے اُتارا تو یہ یہودی جنازے کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے خواجہ مجھ کو کلمہ تلقین کرو تا کہ میں مسلمان ہوں اور اس سردار کے ساتھ اُس کی قوم کے ہزار آدمی اس وقت موجود تھے۔ اُس کے یہ کلمے سنتے ہی خواجہ نے کفن سے ہاتھ نکالے اور آنکھیں کھول کر کہا: اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ یہ کہہ کر پھر کفن کے اندر ہاتھ کر لیے اور آنکھیں بند کر لیں۔ لوگوں نے اس یہودی سے پوچھا کہ تو نے کیا بُرہان دیکھی جو مسلمان ہوا؟ اُس نے کہا جس وقت تم

لوگ یہ جنازہ لے کر باہر آئے ہو۔ میں نے آسمان میں ایک سخت آواز سنی اور اپنے دل میں کہا کہ یہ کیسی آواز ہے؟ پھر میں نے آسمان کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ فرشتے آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور ہاتھوں میں اُن کے نور کے طبق ہیں۔ خواجہ کے جنازے پر آتے ہیں اور اس نور کو نثار کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ اکبر! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین میں ایسے لوگ ہیں اور اسی سبب سے میں مسلمان ہو گیا۔ پھر شیخ الاسلامؒ نے چشم پُر آب کی اور عالم تفکر میں ہو گئے اور یہ شعر پڑھا ؎

درکوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

پھر اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت شیخ علی مکیؒ نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ عرش کو سر پر رکھ کرے جا رہے ہیں۔ جب دن ہوا تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ خواب کسی شخص سے بیان کرنا چاہیئے جو اس کی تعبیر دے۔ آخر کہا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے پاس چلو کہ اُن کے سوا اور کوئی شخص اس کام کا نہیں ہے فرماتے ہیں جب میں گھر سے باہر نکلا تو دیکھا کہ تمام شہر بسطام میں ایک شور و غوغا برپا ہے۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت بایزیدؒ کا انتقال ہو گیا۔ شیخ علیؒ نے یہ سُن کر ایک نعرہ مارا اور روتے ہوئے روانہ ہوئے۔ جب حضرت بایزیدؒ کے جنازے کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ جنازے کو لوگ باہر لا رہے ہیں۔ شیخ علیؒ نے بڑی مشقت اور دشواری سے کیونکہ لوگوں کی بے حد کثرت تھی حضرت بایزید کے جنازے کو کندھا دیا اور دل میں کہا کہ میرے خواب کی تعبیر پوری ہو گئی۔ خواجہ بایزید کا جنازہ ہی خدا کا عرش ہے جس کو تو سر پر رکھے ہوئے لے جا رہا ہوں۔

بعد ازاں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ تیس سال دعا گو عالم مجاہدہ میں رہا ہے نہ دن کی خبر تھی نہ رات کی۔ نماز پڑھ لیتا تھا اور پھر اسی عالم میں مشغول ہو جاتا تھا پھر فرمایا کہ جس روز

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی ہے اس روز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا جسم نہایت مضمحل تھا اور حضرت منتظر بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہاتھ میں حریری کاغذ لئے ہوئے آیا جس میں اسم اللہ لکھا تھا۔ اس شخص نے سلام کر کے وہ کاغذ حضرت خواجہ کو دیا۔ حضرت نے ہاتھ میں لے کر اس کا مطالعہ کیا اور نام اللہ پہ آنکھیں رکھ کر جان بحق تسلیم کی۔ ایک شور عالم میں برپا ہوا کہ خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے رحلت فرمائی۔ الغرض جب غسل دیکر جنازہ تیار کیا تو کسی کی مجال نہ ہوئی کہ جنازے کو اٹھا سکے۔ سب لوگ حیرت میں تھے کہ ایک سخت آواز آنی شروع ہوئی۔ لوگ واپس ہوتے۔ پھر نماز جنازہ پڑھی اور جنازے کے اٹھانے کا قصد کیا کہ جنازہ خود بخود ہوا میں معلق روانہ ہوا اور لوگ پیچھے پیچھے تھے اور جس قدر کفار اور غیر مذاہب کے لوگ تھے سب مسلمان ہو گئے۔ ان سے دریافت کیا کہ تم نے کیا برہان دیکھی جو اسلام اختیار کیا؟ کہنے لگے ہم نے دیکھا خواجہ کا جنازہ فرشتے سر پر رکھے ہوئے لے جا رہے ہیں۔ جب شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حکایت تمام کی ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آکر یہ شعر پڑھا ۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

حضرت خواجہ انہی فوائد کے فرمانے میں مشغول تھے کہ اذان ہوئی۔ شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ نماز میں مشغول ہوتے اور خلق و دعا گو واپس۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ

۲ ماہ مبارک ربیع الاول ۶۵۶ھ

عطاء خلعت خاص دستار فضیلت

دولت قدم بوسی میسر آئی۔ اس

بندے کو خلعت خاص کے ساتھ مشرّف فرمایا۔ عزیزانِ اہل صفہ حاضر تھے۔ زبان مبارک سے ارشاد کیا کہ مولانا نظام الدین کو میں نے ہندوستان کی ولایت دی اور صاحب سجادہ بنایا اس ارشاد پر بندے نے دوبارہ قدم بوسی کی۔ فرمان ہوا کہ اے جہاں گیرِ عالم سر اٹھا اور فوراً ہی حضرت شیخ قطب الدین رح کی دستار جو اپنے سر پر باندھے ہوئے تھے عطا کی اور عصا ہاتھ میں دیا اور اپنے دستِ مبارک سے خرقہ پہنایا اور فرمایا کہ جاؤ دوگانہ ادا کرو۔ میں جب قبلہ رُو ہوا تو میرے ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا پھر فرمایا کہ یہ سب چیزیں میں تم کو اس سبب سے دیتا ہوں کہ تم آخری وقت میرے پاس نہ ہو گے اور یہ بھی فرمایا کہ میں بھی اپنے مرشد حضرت شیخ قطب الدین رح کے وصال کے وقت حاضر نہ تھا۔ اُس وقت میں ہانسی میں تھا۔ الغرض اس کے بعد مولانا بدرالدین اسحٰق رح کو حکم دیا کہ سند تحریر کریں۔ پھر جب سند مجھ کو مل گئی تو میرا سر پہلو میں لے کر فرمایا کہ میں نے تم کو خدا تک پہنچا دیا۔ پھر فرمایا جمال الدین رح سے ہانسی میں مل کر جانا۔

پھر فرمایا کہ آج ٹھہر جاؤ کل رخصت ہونا۔

پھر فرمایا کہ جب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی علالت زیادہ ہوئی تو حضور تین روز مسجد میں تشریف نہ لا سکے۔ تیسرے روز بلال رض نے حجرہ شریف کے دروازے پر جا کر عرض کی کہ اَلصَّلٰوۃُ یَارَسُوْلَ اللہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اٹھے اور فرمایا کہ بلال رض سے کہو کہ ابوبکر رض اور عمر رض آئیں تاکہ ہم مسجد میں چلیں۔ ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اجمعین حاضر ہوئے اور حضور اقدس ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد میں تشریف لائے اور چاہا کہ امامت کریں، مگر طاقت نہ تھی۔ ابوبکر رض کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا۔ مسلمانوں نے یہ حال دیکھ کر ایک نعرہ مارا اور قریب تھا کہ اُن کا زہرہ آب ہو جائے۔ الغرض رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

واپس حجرے میں تشریف لائے اور سیاہ کمبل اوڑھ کر لیٹ رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اعرابی دروازے پر حاضر ہوا اور کواڑوں پر ہاتھ مارا جس سے تمام در و دیواریں لرزہ ہو گیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا دروازے پر تشریف لائیں اور فرمایا کہ یہ موقعہ (گفتگو وغیرہ کا) نہیں ہے۔ ہر چند کہ حضرت فاطمہؓ اُس سے معذرت کرتی تھیں، مگر وہ کچھ نہ سنتا تھا آخر یہ آواز حضور اقدسؐ کے گوش گزار ہوئی۔ حضرت فاطمہؓ کو بلا کر فرمایا: کہ اے جانِ پدر! یہ عزیز اعرابی نہیں ہے بلکہ یہ وُہ شخص ہے کہ تم دروازہ بند کر دو گی تو یہ دیواریں سے چلا آئے گا۔ یہ وُہ شخص ہے جو فرزندوں کو یتیم اور عورتوں کو بیوہ کرتا ہے۔ تمہارے باپ کی حرمت پر اس نے نگاہ رکھی ہے جو اجازت چاہتا ہے۔ اس کو بلا لو تاکہ یہ جس حکم کے واسطے آیا ہے اُس کو پورا کرے۔ حجرے میں سے ایک نعرہ بلند ہوا اور ملک الموت اندر آئے اور قدم بوس ہوئے۔ فرمان ہوا کہ بیٹھ جاؤ۔ بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کس کام کو آئے ہو؟ عرض کی کہ حضورؐ کی زیارت کا مجھ کو حکم ہوا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تاکید کی گئی کہ جب تک اجازت نہ ملے اندر نہ جانا اور یہ عرض کرنا کہ اگر حضورؐ تشریف سے چلنا چاہیں تو میں رُوح قبض کروں۔ ورنہ واپس چلا جاؤں۔ حضورؐ نے فرمایا اتنی دیر ٹھہرو کہ جبرئیلؑ آ جائیں۔

اُسی وقت جبرئیلؑ بھی حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا کہ یَا اَخِیْ کَیْفَ حَالُكَ؟ عرض کی کہ یا رسول اللہ! فرشتے آسمانوں میں نور کے طباق لئے ہوئے آپ کی جان پاک کے منتظر ہیں۔ آسمان اور بہشت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی روحیں آپ کے استقبال کے لئے کھڑی ہیں۔ حُورانِ بہشتی مشتاقِ دیدار ہیں۔ رضوان نے جنت آراستہ کی ہے تاکہ آپ تشریف لائیں۔ حضورؐ نے فرمایا اخی جبرئیل! میں یہ دریافت نہیں کرتا۔ بلکہ تم یہ بتاؤ کہ میرے بعد میری اُمت کا کیا حال ہوگا؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ!

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنی اُمت کو میرے سپرد کر دو، تاکہ قیامت کے روز میں اُن کو تمہیں ویسا ہی واپس کر دوں جیسی کہ وہ تمہاری زندگی میں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، بس میرا مقصود یہی ہے۔ پھر حضورؐ نے ملک الموت کو حکم دیا کہ اب تم اپنا کام شروع کرو۔ یہ حکم ملتے ہی ملک الموت نے اپنا ہاتھ حضور کے پائے مبارک پر رکھا اور ہاتھ پیر کے اندر اُتر گیا۔ پھر ملک الموت نے روح مبارک قبض کی۔ حضورؐ نے پانی کا ایک پیالہ بھروا کر پاس رکھ لیا تھا اور بار بار ہاتھ اُس میں تر کر کے سینے پر ملتے تھے اور فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیْنَا سَکَرَاتِ الْمَوْتِ۔ یعنی اے خدا جان کنی کی تلخی مجھ پر آسان کر! پھر جب روح حلق مبارک میں پہنچی تو حضورؐ نے ہونٹ ہلائے۔ حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کان لگائے تو سُنا کہ فرماتے ہیں اے خدا محمدؐ کے جان دینے کے طفیل میری امت پر رحم فرما! اور آخری وقت تک یہی فرماتے رہے۔

جب شیخ الاسلامؒ نے یہ حکایت تمام کی۔ جملہ حاضرین مجلس سے ایک نعرہ بلند ہوا۔ شیخ الاسلامؒ بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو دعا گو کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جن کے واسطے تمام عالم پیدا کئے جب انہیں کو عالم میں نہ رکھا تو پھر میں اور آپ کون ہیں کہ زندگی کا دم بھریں۔ پس ہم بھی اپنے آپکو رفتگان میں شمار کرتے ہیں، مگر زادِ راہ کا فکر کرنا بہت ضروری ہے۔ غفلت اور گفتگو میں وقت کھونا نہ چاہیئے تاکہ کل قیامت کے روز شرمندہ نہ ہوں

جب شیخ الاسلامؒ نے یہ کلام ختم فرمایا شمس دبیر خدمت میں حاضر تھے۔ قدم بوس ہو کر بولے کہ مولانا نظامی کی ایک نظم دستیاب ہوئی ہے حکم ہو تو عرض کروں۔ فرمان ہوا کہ پڑھو۔ جب شمس دبیر نے نظم پڑھی تو گویا شیخ الاسلامؒ میں جان آ گئی۔ ایک پہر حال میں رہے۔ یہ وقت نہایت راحت کا تھا اور اُس روز بارانی خاص (دبرساقی) شمس دبیر کو عطا ہوئی۔

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلامؒ تلاوت میں مشغول ہوئے اور یہاں کے حاضر باش بندگان سے میں نے سُنا ہے کہ پھر وقتِ انتقال تک حضرت شیخ الاسلامؒ کسی کے ساتھ مل کر نہیں بیٹھے ۔صرف مشغولیِ حق میں مصروف رہے۔ واللہ اعلم۔ شمس دبیر نے جو نظم پڑھی وُہ یہ ہے۔

نظم

جہاں چیست بگذر زنیرنگ او　　رہائے بجنگ آر از چنگ او
مقیمے نہ بینی دریں باغ کس　　تماشا کند ہر یکے یک نفس
دریں چار سو ہیچ بیگانہ نیست　　کہ کیسہ بہر مرد خود کانہ نیست
درد ہر دمے نو برے بیرسد　　یکے میرود دیگرے میرسد
جہاں گرچہ آرا مگاہے خوش است　　شتابندہ را نعل در آتش است
دو در دارد ایں باغ آراستہ　　درو بند ایں ہر دو برخاستہ
درآ از درے باغ بنگر تمام　　زدیگر درِ باغ بیروں خرام
اگر زیرکی باگلے خو مگیر　　کہ باشد بجا ماندنش ناگزیر
دریں دم کہ داری بشادی بسیچ　　کہ آیندہ در زیر ہیچست و ہیچ
یکے را در آرد بہ ہنگامہ تیز　　دگر را ز ہنگامہ گوید کہ خیز

نظامی بسک بار یاراں شدند
تو ماندی بغم غم گساراں شدند

(راحت القلوب ختم شد)

